مجلہ طلوع اسلام کا اجراء 1938ء میں علامہ اقبالؒ کے ایماء اور قائداعظمؒ کی خواہش پر عمل میں آیا

قرآنی نظامِ ربوبیت کا پیامبر

ماہنامہ طلوعِ اسلام لاہور

قیمت فی پرچہ
15/- روپے

ٹیلیفون: 5714546/5753666
Idara@toluislam.com
خط وکتابت
ناظم ادارۂ طلوعِ اسلام (رجسٹرڈ) 25 بی گلبرگ لاہور

بدلِ اشتراک
سالانہ
پاکستان 170- روپے
غیر ممالک 800- روپے

جلد 53 — جنوری 2000 — شمارہ نمبر 1

Bank Account Number 3082-7, National Bank of Pakistan, Main Market Gulberg Branch, Lahore.

ادارت: محمد سلیم اختر

مجلس مشاورت

ڈاکٹر صلاح الدین اکبر (اردو سیکشن)
بشیر احمد عابد (اردو سیکشن)
محترمہ شمیم انور (انگلش سیکشن)

اکاؤنٹینٹ: مرزا زمرد بیگ
سرکولیشن منیجر و کمپوزر: شعیب حسین

انتظامیہ

چیئرمین :- ایاز حسین انصاری
ناظم :- محمد سلیم اختر
ناشر :- عطاء الرحمان ارائیں

قانونی مشیران

عبداللہ ثانی ایڈووکیٹ
ملک محمد سلیم ایڈووکیٹ
محمد اقبال چوہدری ایڈووکیٹ

پرنٹرز آفتاب عالم پریس، ہسپتال روڈ، لاہور --- فون: 7232584

فہرست

لمعات	ادارہ	3
ح م د	ادارہ	7
وحی کی خصوصیت	خواجہ ازہر عباس	11
مخالفت	سرسید احمد خان	25
پرویزیت-اسلام کے خلاف ایک فتنہ جانکاہ؟	پروفیسر رفیع اللہ شہاب	27
سن دو ہزار	افتخار احمد ثاقب	32
سسکتی، دم توڑتی انسانیت	شہریار احمد خان	35
کیا فرقہ پرستی اسلام میں جائز ہے؟	توقیر مظہر	37

ENGLISH SECTION

1- Muslims successful in turning precious Gold into worthless Dust. By Muhammad Iqbal Khawaja	53
2- Polygamy-a socio-religious conundrum? By Tahira Perwez	57
3- Rajm is nto an Islamic Punishment By Prof. Muhammad Rafi	61
4- Open letter to The Honorable Chief Executive of Pakistan By Dr. Syed Abdul Wadud	64

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

لمعات

نجات کی راہ

آپ کو غالباً معلوم ہو گا کہ لفظ ابلیس کا مادہ "بلس" ہے جس کے معنی ہیں مایوسی' ناامیدی' شکستہ دلی' افسردہ خاطری۔ ابلیس کا کام یہ ہے کہ وہ مایوسی (Frustration) پیدا کر دے۔ اس نقطہ نگاہ سے دیکھا جائے تو بلا تامل کہا جا سکتا ہے کہ اس وقت پاکستانی معاشرہ پر مایوسی کا تسلط ہے اور اس نے اپنے ہلاکت آفریں اثرات سے ساری کی ساری فضا کو مسموم کر رکھا ہے۔ پاکستان میں ہر طرف مایوسی چھائی ہوئی ہے اور ہر شخص' اس قوم اور اس مملکت کے مستقبل کے متعلق ناامید نظر آتا ہے۔ چونکہ اس عالمگیر مایوسی میں کسی کو نجات کی کوئی راہ نہیں دکھائی دیتی اس لئے اپنی اپنی خفت کو مٹانے اور اپنے قلبی اضطراب کو جھوٹا فریب دینے کے لئے یہاں ہر طبقہ دوسرے طبقہ کو مطعون کر رہا ہے کہ اس صورت حالات کی پوری ذمہ داری اسی پر عائد ہوتی ہے۔ یوں تو طبقات مختلف اور متعدد ہو سکتے ہیں' لیکن بنیادی تقسیم کی رو سے طبقے دو ہی رہ جاتے ہیں۔ اوپر کا طبقہ اور نیچے کا طبقہ۔ امیروں کا طبقہ اور غریبوں کا طبقہ۔ حاکموں کا طبقہ اور محکوموں کا طبقہ۔ بالا دستوں کا طبقہ اور زیر دستوں کا طبقہ۔ قرآن نے متعدد مقامات پر اسی کا ذکر کیا ہے کہ جہنم میں یہ دونوں طبقے کس طرح ایک دوسرے سے جھگڑیں گے اور ایک دوسرے کو اپنی تباہی و بربادی کا ذمہ دار قرار دیں گے۔ زیر دست طبقہ بالا دست طبقہ سے کہے گا کہ ہم تو تمہارے پیچھے چلا کرتے تھے اس لئے تم اس ہلاکت اور تباہی سے بچانے کی کوئی راہ نکالو (40:47)- وہ ان سے کہیں گے کہ ہمیں الزام کیوں دیتے ہو؟ ہم نے تمہیں کب کہا تھا کہ تم صحیح راستہ چھوڑ کر غلط راستہ اختیار کرو۔ مجرم تم خود ہو اور الزام ہمیں دیتے ہو! اس پر زیر دست طبقہ کہے گا کہ تمہاری دن رات کی سازشوں نے ایک ایسا جال بچھا رکھا تھا کہ اس سے کوئی شخص بچ ہی نہیں سکتا تھا۔ اس لئے اگر ہم غلط راستہ پر چل پڑے تھے تو اس کی ذمہ داری بھی تم پر ہی عائد ہوتی ہے (34:31-33)- بہرحال ان کا یہ جھگڑنا' چیخنا چلانا' بیکار ہو گا۔ اس عذاب سے نجات کی راہ کسی کو نہیں مل سکے گی (14:21)- آپ غور کریں تو یہ حقیقت واضح طور پر سامنے آجائے گی کہ اس وقت ہمارے معاشرہ کی حالت یہی ہو چکی ہے۔ سارا معاشرہ مایوسیوں کے جہنم میں ماخوذ ہے۔ مختلف گروہ ایک دوسرے کو مورد الزام قرار دے رہے ہیں۔ لیکن اس عذاب سے نکلنے کی راہ کسی کو سجھائی نہیں دیتی۔

جس طرح یہ معاشرہ اصولی تقسیم کی رو سے دو طبقات میں بٹا ہوا ہے۔ اسی طرح ہمارے معاشرہ کی خرابیاں بھی اصولی طور پر دو ہی قسم کی ہیں۔ ایک قسم کی خرابیاں وہ ہیں جنہیں قرآن متکبرین اور مترفین کی خرابیاں قرار دیتا ہے۔ یعنی ارباب

اقتدار (Ruling Class) اور صاحبانِ دولت و ثروت کی خرابیاں۔ اور دوسری خرابیاں وہ ہیں جنہیں وہ متبعین اور مستضعفین کی خرابیاں قرار دیتا ہے یعنی غریبوں اور زیرِ دستوں کی خرابیاں۔ پہلی قسم کی خرابیاں دولت کی افراط سے پیدا ہوتی ہیں۔ خود محنت نہ کرنا اور دوسروں کی محنت کے ماحصل پر عیش و عشرت کی رنگین زندگی بسر کرنا۔ جمع شدہ دولت اور فالتو روپیہ کے زور پر غریبوں اور محتاجوں کا بدن اور جان دونوں خرید لینا اور پھر ان پر اپنی من مانی چلانا۔ فطرت کے عطا فرمودہ رزق کے سرچشموں پر سانپ کی طرح بیٹھ جانا اور روٹی کی تقسیم اپنے مفاد اور مصالح کے مطابق کرنا۔ اس قسم کی نہجِ زندگی سے انسانی سیرت مسخ ہو کر رہ جاتی ہے اور سینوں کے اندر انسانیت کے تمام سوتے یکسر خشک ہو جاتے ہیں۔ انفرادی مفاد اور اقتدار ان کی زندگی کا نصب العین رہ جاتا ہے اور ان کا حصول اور استحکام ان کا منتہائے نگاہ۔ اپنے مقصد کے حصول میں جائز اور ناجائز کی کوئی تمیز باقی نہیں رہتی اور اصول و اقدار کا کوئی احساس کسی مقام پر بھی ان کا عناں گیر نہیں ہوتا۔ مفاد پرستیوں اور ہوسناکیوں کے متلاطم جذبات' کف بردہان سیلاب کی طرح اٹدتے ہیں اور انسانیت کی ہر قدر اور شرافت کی ہر رمق کو خس و خاشاک کی طرح بہا کر لے جاتے ہیں۔ یہی وہ خرابیاں ہیں جو دولت کی فراوانی سے پیدا ہوتی ہیں اور جن پر قرآن کا ایک ایک ورق شاہد ہے۔

دوسری طرف وہ خرابیاں ہیں جو غربت اور افلاس کی وجہ سے پیدا ہوتی ہیں۔ جب انسان اپنی بنیادی ضروریاتِ زندگی تک کا محتاج ہو جاتا ہے تو بھوک اس سے وہ سب کچھ کرا لیتی ہے جس کا وہ عام حالات میں تصور تک بھی نہیں کر سکتا۔اس کے سامنے بھی اقدار اور اصول کا کوئی سوال نہیں رہتا' سوال صرف یہ رہ جاتا ہے کہ وہ اپنے آپ کو اور اپنے بچوں کو زندہ کس طرح رکھ سکتا ہے۔ بھوکا پیٹ کس طرح بھرا جا سکتا ہے۔ ننگا جسم کس طرح ڈھانپا جا سکتا ہے؟ غربت اور افلاس کی پیدا کردہ خرابیاں ایسی ہیں جو جسدِ انسانیت کی ہڈیوں کے گودے تک میں سرایت کر جاتی ہیں۔ اگر دولت کی فراوانی معاشرہ میں سرسام پیدا کرتی ہے تو نکبت و افلاس کی زبوں حالی اس میں جذام پیدا کرنے کا موجب بنتی ہے۔

جب معاشرہ میں یہ ناہمواریاں اپنی انتہا تک پہنچ جاتی ہیں تو اس سے اس مایوسی کا عالم پیدا ہو جاتا ہے جس کی طرف اوپر اشارہ کیا جا چکا ہے۔ اس میں شبہ نہیں کہ ان حالات سے پیدا شدہ مایوسی' نہ صرف پریشانیٔ فکر و نظر پیدا کرتی ہے بلکہ پست ہمتی اور کم حوصلگی کو بھی عام کر دیتی ہے' لیکن سوال یہ ہے کہ کیا ایسی حالت میں بھی نجات کی کوئی راہ مل سکتی ہے۔ یا یہ ہمیشہ کی موت ہوتی ہے؟ **قرآن کہتا ہے کہ ہاں! ایسی حالت میں بھی نجات کی راہ مل سکتی ہے۔** وہ کھلے کھلے الفاظ میں بتاتا ہے کہ یہ تمام خرابیاں دولت کی غلط تقسیم اور رزق کے سرچشموں پر انفرادی تسلط کی پیدا کردہ ہیں لہٰذا' اگر رزق کے سرچشموں کو انفرادی ملکیت سے نکال کر نوعِ انسانی کی نشوونما کے لئے عام کر دیا جائے تو ان خرابیوں کا خود بخود علاج ہو جائے گا۔ طبقہ بالا کے پاس فالتو روپیہ نہیں رہیگا اور نچلے طبقہ میں کوئی شخص اپنی ضروریاتِ زندگی سے محروم نہیں رہے گا۔ نہ وہ سرمایہ کے زور پر اپنے ناجائز احکام چلا سکے گا اور نہ یہ محتاجی اور ضرورت مندی کی وجہ سے کسی ناواجب حکم کو ماننے پہ مجبور ہوگا۔ قرآن نے حضرات انبیائے کرامؑ کے تذکارِ جلیل میں اس حقیقت کو بار بار دہرایا ہے کہ وہ رزق کے سرچشموں کو مترفین (سرمایہ داروں) کے ہاتھ سے چھین کر انسانیت کی نشوونما کے لئے عام کر دیتے تھے تاکہ انسان اپنے خدا کے سوا اور کسی کے حکم کے آگے نہ جھکے۔ پاکستان میں جو حالات اس وقت پیدا ہو چکے ہیں قرآن کی رو سے ان

ؤ علاج اس کے سوا کچھ نہیں کہ وسائلِ پیداوار پر انفرادی ملکیت کو ختم کر دیا جائے اور ہر فردِ مملکت کی بنیادی ضروریاتِ زندگی کا بہم پہنچانا اور اس کی انسانی صلاحیتوں کا پورا پورا نشوونما کرنا معاشرہ کی پہلی ذمہ داری قرار دی جائے۔

آپ ملک کے کونے کونے میں اسلامی نظام کے چرچے سنتے ہوں گے لیکن آپ نے یہ بات بہت کم لوگوں سے سنی ہو گی کہ اسلامی نظام کا مقصود اور منتہا کیا ہے۔ قرآن نے اپنی پہلی سورۃ کے پہلے چار لفظوں میں یہ کہہ دیا کہ الحمد لله رب العالمین۔ خدا واجب حمد و ستائش اس لئے ہے کہ وہ رب العالمین' یعنی تمام نوعِ انسانی کی نشوونما کا ذمہ دار ہے۔ لٰہذا کوئی معاشرہ' کوئی نظام' کوئی حکومت' جو تمام افرادِ مملکت کی پرورش اور نشوونما کی ذمہ داری نہیں لیتی' نہ اپنی نسبت خدا کی طرف کر سکتی ہے اور نہ ہی کسی صورت میں سزاوارِ حمد و ستائش قرار پا سکتی ہے۔ در خورِ تعریف و توصیف وہی نظامِ مملکت ہو گا۔ جو خدا کی صفتِ رب العالمینی کا مظہر ہو۔ اسی کو اسلامی مملکت کہا جائے گا۔ بنابریں ایک اسلامی مملکت کا بنیادی فریضہ یہ ہے کہ وہ:

(1) رزق کے سرچشموں کو انفرادی ملکیت سے نکال کر ملت کی اجتماعی تحویل میں دیدے اور سامانِ نشوونما کی تقسیم خدا کے مقرر کردہ قوانین کے مطابق کرے اور

(2) اس کی ذمہ داری یہ ہو کہ حدودِ مملکت میں بسنے والا کوئی انسان اپنی بنیادی ضروریاتِ زندگی سے کسی صورت میں بھی محروم نہ رہنے پائے۔

اگر کسی مملکت میں کوئی ایک فرد بھی بھوکا سو جائے' یا ننگا رہ جائے' یا اس کے پاس مکان یا دیگر ضروریاتِ زندگی نہ ہوں' تو وہ مملکت اس کا کوئی حق نہیں رکھتی کہ اپنا کوئی تعلق خدا کے ساتھ ظاہر کرے۔ جیسا کہ اوپر کہا گیا ہے کہ ایک اسلامی مملکت خدا کی صفتِ رب العالمینی کی مظہر ہوتی ہے اور اسی کے اعلان کا نام اسلامی دستور ہے۔ جو لوگ چاہتے ہیں کہ مملکت پاکستان میں اسلامی نظام نافذ ہو۔ ان کے لئے کرنے کا کام یہ ہے کہ وہ مبہم باتوں کو چھوڑ کر' متعین طور پر کہیں کہ جب تک ان کے مرتب کردہ نظام میں مندرجہ صدر دونوں شقیں نہیں ہو نگی۔ اس وقت تک وہ نظام اسلامی نہیں سمجھا جائے گا۔ جو افراد یا جماعتیں اسلامی نظام کا مطالبہ کرتی ہیں۔ ان سے پوچھئے کہ اسلامی نظام کا جو نقشہ ان کے ذہن میں ہے۔ اس میں یہ دونوں باتیں شامل ہیں یا نہیں۔

ایک بار پھر سن لیجئے کہ ایک اسلامی مملکت میں:

(1) رزق کے سرچشموں پر انفرادی ملکیت ناجائز ہو گی۔

(2) یہ تمام سرچشمے ملت کی اجتماعی تحویل میں رہیں گے تاکہ خدا کے مقرر کردہ قوانین اور حدود کے مطابق تقسیم ہوں۔

(3) فالتو روپیہ کسی کے پاس نہیں رہ سکے گا اور

(4) اس مملکت میں بسنے والے تمام افراد کی بنیادی ضروریاتِ زندگی کے بہم پہنچانے اور ان کی صلاحیتوں کو نشوونما دینے کی ذمہ داری مملکت پر ہو گی۔

یہ ہے موجودہ عذاب سے نجات کی راہ اگر آپ نجات چاہتے ہیں تو۔

آخر میں اتنی وضاحت ضروری سمجھی جاتی ہے کہ اسلامی دستور کی صرف یہی شقیں نہیں۔ اس میں اور بھی بہت سی

ہو گی لیکن جس دستور میں یہ شقیں نہیں ہوں گی وہ اسلامی دستور نہیں ہو سکتا۔ یہ الگ بات ہے کہ کوئی مملکت اس تک پہنچنے کے لئے تدریجی تدابیر اختیار کرے اور اس آخری منزل تک رفتہ رفتہ پہنچے۔

یہ بھی سمجھ لینا کہ اسلام کا مقصود و منتہیٰ بھی اتنا ہی نہیں کہ وہ صرف انسان کے معاشی مسئلہ کا حل تجویز کر دے اور بس۔ وہ انسان کو من حیث الکُل لیتا ہے اور اس کے تمام مسائل کا حل پیش کرتا ہے لیکن جس نظام میں انسان کے معاشی مسئلہ کا حل نہیں وہ اسلامی نظام نہیں کہلا سکتا۔ اسلام، انسان کے اس دنیا کے مسائل کے اطمینان بخش حل سے ایسی صورت پیدا کرتا ہے جس سے وہ اس زندگی کے بعد کی زندگی کے مراحل بھی بحُسن و خوبی طے کرتا چلا جاتا ہے۔ وہ انسان کی مضمر صلاحیتوں کی نشوونما کرتا ہے۔ اس سے مقصود وہ تمام صلاحیتیں ہیں جو اسے اس زندگی اور اس کے بعد کی زندگی دونوں میں سرفرازی عطا کرتی ہیں اور یہ سب کچھ وحی کی درخشندہ روشنی کے تابع ہوتا ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

عید مبارک

جشن نزول قرآن مجید

پر

دلی ہدیہ تبریک قبول فرمائیے

اے نوع انسانی!

تمہارے پاس تمہارے نشوونما دینے والے کی طرف سے ایک ضابطہ حیات آ گیا ہے جو ہر اس کشمکش کا علاج ہے جو تمہارے سینوں کو وقف اضطراب رکھتی ہے۔ جو قوم اس کی صداقتوں پر یقین رکھتی ہے یہ اس کی راہنمائی زندگی کی منزل مقصود کی طرف کرتا ہے اور اسے سامان نشوونما سے بہرہ یاب کر دیتا ہے۔
کیونکہ یہ خدا کے فضل و رحمت سے عطا ہوا ہے۔ لہذا تمہیں چاہئے کہ ایسے ضابطہ حیات کے ملنے پر جشن مسرت مناؤ۔ یہ اس تمام ساز و سامان سے بہتر ہے جسے تم جمع کرتے ہو۔

(القرآن کریم : یونس 10' آیت 58)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

لغات القرآن

ح م د

اسلام کا ضابطہ آئین قرآن ہے اور قرآن کا خاصہ ہے کہ وہ اپنے الفاظ کا مفہوم خود متعین کر دیتا ہے۔ اسی لیے وہ کتاب مبین ہے' مذہبی منتروں کی کتاب نہیں ہے لیکن جب قرآن کا دین "مذہب" میں تبدیل ہو گیا تو اس کے الفاظ باقی رہ گئے لیکن ان کا مفہوم نگاہوں سے اوجھل ہو گیا۔ اب حالت یہ ہے کہ ہم صبح سے شام تک یہ الفاظ دہراتے رہتے ہیں لیکن کبھی نہیں سوچتے کہ ان الفاظ کا مفہوم کیا ہے۔ ان صفحات میں ایسی ہی منتخب اصطلاحات اور الفاظ کا مفہوم' جو زبان زد عام ہیں' قرآن کریم کی روشنی میں پیش کیا جاتا ہے۔ اس بار حمد کا مفہوم پیش خدمت ہے۔ (مدیر)

حَمْدٌ کسی نہایت حسین' متناسب' نادر شاہکار کو دیکھ کر انسان کے دل میں تحسین و ستائش (Appreciation) کے جو جذبات پیدا ہوں' ان کے اظہار کا نام حمد ہے جس سے مقصد اس شاہکار کے خالق کی عظمت و برتری کا اعتراف کرنا ہوتا ہے۔ لیکن اس کے لئے چند شرائط ہیں جنہیں صاحبِ محیط نے یوں بیان کیا ہے۔

(1) جس حسن و رعنائی اور شاہکاری کی ستائش کی جا رہی ہے وہ ایک خارجی حقیقت اور محسوس شے ہونی چاہئے (جیسے افعالِ محمودہ۔ مقامِ محمود۔ صفاتِ محمودہ وغیرہ۔) غیر محسوس اور مشاہدہ میں نہ آنے والی چیزوں کے متعلق ہمارے دل میں جذباتِ تحسین و ستائش پیدا نہیں ہو سکتے۔ مثلاً ہم کسی مصور کی تعریف اس کی ان تصاویر کے ذریعہ ہی کر سکتے ہیں جو مرئی طور پر ہمارے سامنے آجائیں۔ اسی لئے قرآن کریم نے ان نمود و نمائش کا ذوق رکھنے والوں پر طنز کیا ہے جو بغیر تعمیری اور نفع بخش کام کرنے کے اپنی ستائش چاہتے ہیں۔ **يُحِبُّونَ أَنْ يُحْمَدُوا بِمَا لَمْ يَفْعَلُوا** (3:187)- "وہ چاہتے ہیں کہ ان کی تعریف ان کاموں کی بنا پر کی جائے جنہیں وہ کرتے نہیں"۔

(2) کسی کی جس بات یا جس کام کی تعریف کی جا رہی ہے وہ اس سے اختیاری طور پر سرزد ہونی چاہئے (تاکہ اس کی انفرادی خودی کے زندہ و بیدار ہونے کا اندازہ کیا جا سکے)۔ اضطراری طور پر (خود بخود یونہی میکانکی انداز سے) کسی فعل کا سرزد ہو جانا ستائش کا حق پیدا نہیں کرتا۔ حتیٰ کہ وہ حسن جو کسی میں پیدائشی طور پر موجود ہو اس کے لئے بھی حمد کا لفظ نہیں بولا جاتا۔ مدح کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے۔ (**مَدَحَ الْجَمَالَ**) اگر کوئی مشین نہایت عمدہ چیزیں بنا رہی ہے تو وہ مشین قابلِ حمد نہیں۔ بلکہ قابلِ مدح ہو گی اور اس کا بنانے والا مستحقِ حمد۔ یہی صورت رقصِ طاؤس کی ہے۔ طاؤس مستحقِ مدح ہے اور اس کا خالق (خدا) سزاوارِ حمد۔

(3) **حَمْدٌ** کیلئے یہ بھی ضروری ہے کہ جس چیز کی حمد (ستائش) کی جا رہی ہے اسے ستائش کرنے والے کا دل بھی پسند کرتا ہو۔ کسی کے دباؤ سے اس کی تعریف کرنا حمد نہیں' مدح ہے۔ نہ ہی حمد میں ملمع کاری' نمائش' منافقت' یا کسی کو بنانے کے لئے تعریف کرنے کا کوئی دخل ہو سکتا ہے۔ حمد میں جذباتِ تحسین بے ساختہ زبان پر آجاتے ہیں۔

(4) جس چیز کی حمد کی جا رہی ہے اس کا ٹھیک ٹھیک علم ہونا بھی ضروری ہے۔ محض گمان کی بنا پر حمد نہیں کی جا سکتی۔ مبہم تصورات' دھندلے نقوش' اور شکوک و تذبذب پیدا کرنے والے خیالات و معتقدات کبھی حمد کا جذبہ پیدا نہیں کر سکتے۔ حمد'

تہذیب، تخیل، توہم پرستی اور اندھی عقیدت سے نہیں ابھرتی۔ اس کا سرچشمہ یقین محکم اور ایمان مکمل ہوتا ہے۔ (مدح ظنی تخیلات کی بھی کی جا سکتی ہے مگر حمد نہیں)۔

5۔ جن نفع بخش، کشش انگیز باتوں اور حسن و تناسب کے شہکاروں کی حمد کی جا رہی ہو ان کے لئے ضروری ہے کہ وہ کمال کے درجہ تک پہنچ چکے ہوں اور ان کی نفع بخشیاں محسوس ہوں۔ جو آرٹ تکمیل تک نہ پہنچا ہو یا جو آرٹ انسانیت کے لئے نفع بخش نہ ہو وہ مستحقِ حمد و ستائش نہیں ہوتا۔ (جیب کترے کی ہاتھ کی صفائی وجہِ حمد نہیں ہو سکتی)

ان شرائط کے ساتھ جذباتِ تحسین و ستائش کے اظہار کا نام **حمد** نہیں بلکہ **مدح** کا لفظ بولا جائیگا۔ (قرآن کریم میں خدائی شاہکاروں کیلئے ہر جگہ **حمد** کا لفظ آیا ہے۔ **مدح** کا لفظ ایک جگہ بھی نہیں آیا)۔

(واضح رہے کہ ثناء کا لفظ **مدح** اور **ذم** دونوں کے لئے استعمال ہو سکتا ہے)

لہٰذا جہاں قرآن کریم میں ہے کہ **وَ يُسَبِّحُ الرَّعْدُ بِحَمْدِهٖ** (13:13)۔ "گرج' اس کی حمد کے ساتھ تسبیح کرتی ہے"۔ یا **وَلَهُ الْحَمْدُ فِی السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ** (30:18)۔ "کائنات کی پستیوں اور بلندیوں میں حمد اسی کے لئے ہے"۔ یا **وَ اِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ** (17:44)۔ "کوئی شے ایسی نہیں جو حمد کے ساتھ اس کی تسبیح نہ کرتی ہو"۔ تو اس کے معنی یہ ہیں کہ تمام کائناتی قوتیں' اس قسم کے تعمیری اور منفعت بخش نتائج پیدا کرنے میں مصروفِ عمل ہیں جو خدا کی حمد و تحسین کے زندہ پیکر ہیں۔ حتیٰ کہ اس مقصد کیلئے جب تخریبی قوتوں کو راستہ سے ہٹایا جاتا ہے تو یہ کام بجائے خویش وجہِ ستائش ہوتا ہے۔ چنانچہ ظالم قوموں کی تباہی کے سلسلہ میں کہا **فَقُطِعَ دَابِرُ الْقَوْمِ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا وَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ** (6:45)۔ "ظلم کرنے والی قوموں کی جڑ کٹ گئی۔ اور اللہ رب العالمین کے لئے حمد ہے"۔ اسی لئے خدا کے لئے کہا گیا ہے کہ وہ **عزیز** بھی ہے اور **حمید** بھی

(14:1)۔ یعنی اپنے غلبہ و اقتدار سے تخریبی قوتوں کو راستے سے ہٹا کر' تعمیری پروگرام کو اس طرح کامیاب بنانے والا کہ اس کے منفعت بخش نتائج خدا کی حمد و ستائش کی منہ بولتی تصویر بن جائیں۔ دوسری جگہ ہے **لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ** (64:1)۔ ہر طرح کا اقتدار و ستائش اس کے لئے ہے۔ جلال و جمال کا سرچشمہ وہی ہے۔ مومنین کی صفات میں یہ بھی ہے کہ وہ **حامدون** (9:112)۔ حمد کرنے والے ہیں۔ اس مقصد کے لئے انسان کو علم الاسماء' یعنی اشیائے کائنات کا علم۔ (علم الفطرت) دیا گیا ہے (2:31)۔ کیونکہ جب ملائکہ (کائناتی قوتوں) نے کہا کہ **وَ نَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ** (2:30)۔ "ہم تیری حمد و ستائش کی نمود کیلئے ہمیشہ سرگرم عمل رہتے ہیں" تو اس کے جواب میں یہی کہا گیا کہ **وَ عَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا** (2:31)۔ "آدم کو تمام اشیائے کائنات کا علم عطا کر دیا گیا" لیکن اس کا یہ علم اسی صورت میں کائنات کو وجہِ ستائش خداوندی بنا سکتا ہے جب وہ اپنے علم کے ماحصل کو وحی کے تابع رکھے۔ اس لئے اس سے کہدیا گیا کہ **فَمَنْ تَبِعَ هُدَایَ فَلَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ** (2:38)۔ جو قوم خدا کی راہنمائی کے پیچھے چلے گی وہی خوف و حزن سے محفوظ رہے گی۔ یہ وہ **مقاماً محموداً** ہے (17:79)۔ ایسی پوزیشن جو سراپا وجہِ حمد و ستائش ہو) جس پر نبی اکرمؐ فائز ہوئے۔ وہ خود **احمد** (61:6)۔ (بہت زیادہ حمد و ستائش کرنے والے) تھے۔ اس لئے (جیسا آپ کا دوسرا نام تھا ویسے ہی عملاً) **محمد** (48:29) ہو گئے۔ یعنی وہ جو مسلسل و پیہم وجہِ حمد و ستائش ہو (جس کی یکے بعد دیگرے ستائش کی جائے) رسول اللہؐ کا نام **احمد** بھی تھا اور **محمد** بھی۔ **اسمه احمد** (61:6)۔ اور **محمد رسول الله** (48:29)۔ کتاب الاشتقاق میں ہے کہ **مُحَمَّدٌ** (**مُفَعَّلٌ**) کے معنی ہیں' وہ جس کی یکے بعد دیگرے حمد کی جائے اور **محمود** وہ ہے جس کی ایک بار حمد کی جائے۔ **اقرب الموارد** میں **محمد** کے معنی ہیں **الذی کثرت خصاله المحمودة**۔ جو بکثرت قابلِ ستائش خصلتیں رکھتا ہو۔

حمد کے جو معانی اوپر دیئے گئے ہیں ان کی روشنی میں قرآن کریم کی سب سے پہلی آیت (**اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ** (1:1) پر غور کیجئے اور دیکھئے کہ ان چار لفظوں سے قرآن کریم نے کس طرح اس عظیم حقیقت کو بے نقاب کر دیا ہے کہ کائنات کا ہر حسین گوشہ اور منفعت بخش پہلو خدا کے اس عالمگیر قانونِ ربوبیت کے وجہِ حمد و ستائش ہونے کی زندہ شہادت ہے جو ہر شے کو اس کے نقطۂ آغاز سے بتدریج اوجِ کمال تک لے جا رہا ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ حمدیت محض ایک عقیدہ کا نام نہیں بلکہ وہ جذبۂ تحسین ہے جس کا اظہار نظامِ کائنات پر غور و فکر سے بیساختہ ہو جاتا ہے۔ جو قوم نظامِ کائنات پر غور نہیں کرتی وہ اس کے خالق کے کمال کو کس طرح (Appreciate) کر سکتی ہے؟ نیز جو اس کے نظامِ ربوبیت کو عملاً متشکل نہیں کرتی وہ کیسے سمجھ سکتی ہے کہ اس کے نتائج کس درجہ مستحقِ حمد و ستائش ہیں۔ "خدا کی حمد کرنا" ایک عملی پروگرام ہے۔ یعنی نظامِ خداوندی کو عملاً متشکل کر کے ایسے محیر العقول اور درخشندہ نتائج پیدا کرنا جنہیں دیکھ کر دنیا کی ہر قوم پکار اٹھے کہ جس خدا نے ایسے قوانین عطا کئے ہیں وہ واقعی مستحقِ حمد و ستائش ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆

۲۵ سالہ تجربہ کار

پیپلز کلیرنگ ایجنسی

کسٹم ہاؤس سے منظور شدہ

کلیرنگ اینڈ فارورڈنگ ایجنٹ

کلیرنگ اور فارورڈنگ کے معاملات میں ایک قدم آگے

◢ ہمارے ۲۵ سالہ تجربہ سے دوسروں کے مقابلے میں زیادہ فائدہ۔

ہم آپکی خدمت کیلئے ہمہ وقت تیار ہیں۔

۵۔ وقار سینٹر، فرسٹ فلور رام بھارتی اسٹریٹ، جوڑیا بازار۔ کراچی

فون: ۲۴۲۶۱۲۸
۲۴۲۱۰۲۵-۲۴۳۷۵۳۷

فیکس نمبر:۔
ٹیلیکس: ۲۱۰۴۳ BTC PK

قارئین محترم

سلام ورحمت

جنوری **2000**ء کا شمارہ آپ کے ہاتھ میں ہے اس کے ساتھ ہی بہت سے قارئین کا زرِ شرکت برائے سال **1999**ء ختم ہو گیا ہے۔ایسے کرم فرماؤں سے درخواست ہے کہ وہ زرِ شرکت جلد از جلد ارسال فرمادیں تاکہ پرچے کی ترسیل منقطع نہ ہو۔

(1) زرِ شرکت حسبِ سابق

اندرون ملک **170** روپے

بیرون ملک **800** روپے

(2) پرچہ بذریعہ **VP** ہدایات ملنے پر ہی ارسال کیا جائے گا۔

(3) اگر کسی وجہ سے پرچہ جاری رکھنا مقصود نہ ہو تو بھی اطلاع ضرور دیں تاکہ یاددہانی کی ضرورت نہ رہے۔

(4) کھاتوں سے جاری پرچوں میں کسی قسم کی ترمیم مقصود ہو تو اس کی اطلاع **20** جنوری **2000**ء تک فرمادیں ورنہ فروری **2000**ء کا پرچہ ارسال نہ ہو سکے گا۔ شکریہ

(چیئرمین ادارہ طلوعِ اسلام)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خواجہ اظہر عباس

وحی کی خصوصیات

چونکہ انسان کی ہدایت کی ذمہ داری خود خدا تعالیٰ نے اپنے ذمہ لی اس لئے مسلسل انبیاءِ کرام مبعوث ہوتے رہے اور ان کے ذریعہ نوعِ انسان کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہدایت ملتی رہی۔ علمِ خداوندی اور ہدایتِ ربانی جو انبیائے کرام کو خدا تعالیٰ کی طرف سے ملتی رہی اسے اصطلاحِ شریعت میں وحی کے نام سے موسوم کیا گیا چونکہ نبوت حضورؐ پر ختم کر دی گئی اس لئے آخری مرتبہ جو وحی خدا تعالیٰ کو دینی تھی وہ حضور کو دے دی گئی اور اس کے بعد وحیِ خداوندی کا سلسلہ بند کر دیا گیا اور حضورؐ کو جو وحی دی گئی وہ قرآن میں محفوظ کر دی گئی جس کی حفاظت کی ذمہ داری خود خدا تعالیٰ نے اپنے ذمہ لی۔ لیکن مسلمانوں میں ایک عام نظریہ رواج پذیر ہوا کہ وحیِ خداوندی کی دو قسمیں ہیں۔ ایک وحیِ متلو یا وحیِ جلی اور دوسری وحیِ غیر متلو یا وحیِ خفی۔ وحیِ متلو قرآن کریم میں ہے اور وحیِ غیر متلو قرآن کے باہر ہے اور وہ احادیثِ رسول ہیں۔

لیکن قرآن کریم کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ مروجہ عقیدہ مسلمانوں کے دورِ آمریت کی پیداوار ہے اور خود قرآن کریم کے بالکل خلاف ہے۔ قرآن کریم میں تفحص کرنے سے وحی کی چند بنیادی اور نمایاں خصوصیات ابھر کے سامنے آجاتی ہیں۔ مضمون ہٰذا میں وہ خصوصیات مرقوم کی جاتی ہیں اور قارئینِ کرام سے درخواست کی جاتی ہے کہ وہ خود ان خصوصیات کو سامنے رکھ کر غور فرمائیں کہ وحی صرف قرآن ہے یا قرآن کے باہر (روایات) بھی وحی ہو سکتی ہے۔

وحی ساری متلو ہے:- قرآن کریم نے وحی کی جو بنیادی خصوصیت بیان فرمائی ہے وہ یہ ہے کہ وحی صرف متلو ہے اور وحی غیر متلو ہو ہی نہیں سکتی۔ چنانچہ ارشاد باری ہے۔

كَذٰلِكَ اَرْسَلْنٰكَ فِيْٓ اُمَّةٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهَآ اُمَمٌ لِّتَتْلُوَا۟ عَلَيْهِمُ الَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ وَهُمْ يَكْفُرُوْنَ بِالرَّحْمٰنِ ط

-(13:30)

(ترجمہ) اے رسول! اسی طرح ہم نے تم کو اس امت میں بھیجا جس سے پہلے اور بہت سی امتیں گذر چکی ہیں تاکہ تم ان کے سامنے اس کی تلاوت کرو جو ہم نے تمہیں وحی کیا ہے؟۔

اس آیتِ کریمہ سے بالکل واضح ہے کہ مطلق **مایوحی** متلو ہے جس کی تلاوت حضورؐ امت کے سامنے فرمایا کرتے تھے اور وحی ساری کی ساری متلو ہے جو قرآن میں محفوظ ہے۔ اس آیت کے پیشِ نظر غیر متلو وحی کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

وحی صرف جلی ہے:- وحی کی ایک قسم خفی ماننا اور اس کو قرآن کے باہر تسلیم کرنا بھی غلط ہے۔ کیونکہ وحی صرف جلی ہے جبکہ حضورؐ کو حکم تھا کہ وحی کو امت تک ضرور پہنچا دیں اور اس کو مخفی نہ رکھیں تو وحیٔ خفی کس طرح ہو سکتی ہے۔ حضورؐ کو حکم خداوندی تھا:

يٰٓاَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ ۭ وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهٗ ط (5:67)

(ترجمہ) اے رسول ہمارے جو کچھ کہ اتارا گیا تیری طرف پروردگار تیرے سے اور اگر نہ کرے تو پس نہ پہنچا پیغام کا۔

وحیِ الٰہی کی تبلیغ حضورؐ پر ایسی فرض تھی کہ کسی حال

بھی سے روکا نہیں جا سکتا تھا۔ لیکن حدیثیں صرف حیا یا دل تنگی کے خیال سے روکی جا سکتی تھیں۔ رسول کریمؐ کے گھر میں غریب لوگ کھانا کھانے آتے تھے۔ وہ کھانا تیار ہونے سے کافی عرصہ پہلے ہی آجاتے تھے اور کھانا ختم کرنے کے بعد بھی حضورؐ کے خانۂ محترم میں بیٹھے رہتے تھے۔ جو اگرچہ حضورؐ کو گراں گذرتا تھا۔ اگر آپ انہیں اپنے حدیثی بیان سے منع فرما دیتے تو کوئی مضائقہ نہیں تھا لیکن آپ شرم و حیا کی وجہ سے ایسی کچی حدیث بھی بیان نہیں فرماتے تھے لیکن جب یہی بات قرآن کریم میں نازل ہو گئی تو اس وقت اس بات کے بیان میں حیا آپ کو ہرگز مانع نہ ہو سکی۔ اس سے ثابت ہے کہ وحی کو تو حضورؐ کسی حال میں خفیہ رکھ ہی نہیں سکتے تھے۔ فوری طور پر آپ اس وحی کو امت میں پہنچا دیتے تھے۔ وحی خفی کا تصور ہی باطل اور غلط ہے۔

وحی سابقہ وحی کی مصدق ہوتی ہے :- انبیاء کرامؑ کو مختلف ادوار اور مختلف مقامات میں جو وحی خدا تعالیٰ کی طرف سے ملتی رہی اس میں کسی قسم کا کوئی اختلاف نہیں تھا بلکہ ایک ہی تعلیم تھی جو خدا تعالیٰ کی طرف سے امم سابقہ کو ملتی رہی۔ یہی وجہ ہے کہ حضورؐ کو بھی ملتِ ابراہیمی کے اتباع کا حکم دیا گیا تھا۔ وحی الٰہی ہمیشہ سابقہ وحی کی مصدق رہی ہے اور یہ وحی کی صداقت کی ایک نشانی تھی کہ وہ وحی سابقہ انبیاء کی وحی کی تصدیق کرتی تھی۔ چنانچہ ارشاد ربانی ہے

وَاٰمِنُوْا بِمَآ اَنْزَلْتُ مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَكُمْ (2:41)

(ترجمہ) اور ایمان لاؤ اس کتاب پر جو میں نے نازل کی ہے ایسی حالت میں کہ وہ سچ بتلانے والی ہے اس کتاب کو جو تمہارے پاس ہے۔

اسی مضمون کو دوسری جگہ بیان فرمایا

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ اٰمِنُوْا بِمَا نَزَّلْنَا مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَكُمْ (4:47)۔

(ترجمہ) اے لوگو! جو کتاب دیئے گئے ہو ایمان لاؤ ساتھ اس چیز کے کہ اتاری ہم نے سچا کرنے والی واسطے اس چیز کے کہ ساتھ تمہارے ہے پہلے اس سے۔

نیز ارشاد ہوا:

نَزَّلَ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ (3:3)

(ترجمہ) اور اتاری ہم نے تیری طرف کتاب حق کے ساتھ سچا کرنے والی اس چیز کو کہ آگے اس کے ہے کتاب سے۔

وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ الْكِتٰبِ (5:48)

(ترجمہ) اور اتاری ہم نے تیری طرف کتاب حق کے ساتھ سچا کرنے والی اس چیز کو کہ آگے اس کے ہے کتاب سے۔

ان چار آیات کریمات سے واضح ہے کہ وحی سابقہ وحی کی مصدق ہوتی ہے نیز ان چار آیات میں سے پہلی دو آیات میں **بما انزلت** اور **مما نزلنا** کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں اور آخری دونوں آیات میں **کتاب** کا لفظ استعمال ہوا ہے جس سے بخوبی واضح ہے کہ **ماانزل** اور **کتاب** ایک ہی چیز ہے اور **ماانزل** صرف کتاب کے اندر محفوظ ہے کتاب کے باہر ہرگز نہیں ہے۔

وحی ہمیشہ غالب رہتی ہے :- عقل انسانی کے تفکر و تعقل کا طریقہ تجرباتی ہوتا ہے۔ بسا اوقات عقل انسانی صحیح نتائج تک پہنچ جاتی ہے اور بسا اوقات درست نتائج نہیں نکال سکتی اور راہ میں ہی ٹھوکریں کھاتی پھرتی ہے لیکن وحی کا طریقہ قطعی اور حتمی ہوتا ہے اور وحی سے جو علم حاصل ہوتا ہے وہ ہمیشہ درست ہونے کی وجہ سے انسانی فکر سے آگے رہتا ہے۔ جہاں عقل انسانی کسی معاملہ میں حیران و سرگرداں ہو وہاں وحی الٰہی مسئلہ کی پختہ گرفت کرا دیتی ہے یہی وجہ ہے کہ وحی ہمیشہ انسانی عقل کی راہنما اور عقل انسانی پر غالب رہی ہے۔ نزولِ قرآن کے وقت عقل انسانی' ملوکیت' پیشوائیت' سرمایہ داری' وطنیت' ذاتی ملکیت' نسل پرستی اور اسی قسم کے مروجہ نظریات کے نقائص و معائب کے متعلق سوچ بھی نہیں سکتی تھی لیکن قرآن کریم کیونکہ وحی الٰہی تھا اس لئے اس تاریک دور میں بھی قرآن کریم نے روشنی و علمی نور فراہم کیا اور ان

تمام چیزوں کی تردید فرمائی۔ اگرچہ آہستہ آہستہ عقل انسانی بھی انہیں نتائج پر پہنچی جن پر وحی چودہ سو سال پیشتر پہنچ چکی تھی اور اس طرح وحی عقل انسانی کی راہنما اور اس پر غالب رہی۔ چنانچہ ارشاد قرآنی ہے۔

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا بِالذِّكْرِ لَمَّا جَاءَهُمْ وَإِنَّهُ لَكِتَابٌ عَزِيزٌ
(41:41)

(ترجمہ) تحقیق وہ لوگ کہ کافر ہوئے ساتھ ذکر کے۔ جب آیا ان کے پاس اور تحقیق البتہ وہ کتاب ہے غلبہ والی۔

اس آیت سے ثابت ہوا کہ وحی اپنے علوم و نظریات میں ہمیشہ عقل انسانی سے آگے اور اس پر غالب رہے گی۔ یہ قرآن حکیم کا حتمی چیلنج ہے۔ کتنے ہی علوم انسانی ترقی کر جائیں وحی ہمیشہ ان سے آگے رہے گی اور عقل کی راہنمائی کرتی رہے گی۔ اس اعتبار سے قرآن حکیم کے غالب رہنے سے کوئی مسلمان انکار نہیں کر سکتا۔ لیکن روایات جنہیں وحی خارج از قرآن شمار کیا جاتا ہے وہ اس معیار پر نہیں اترتیں۔ نمونے کے طور پر محض چند روایات پیش خدمت ہیں۔

(1) قرآن کریم نے خدا تعالیٰ کی صفت ان الفاظ میں بیان فرمائی ہے کہ

لیس کمثله شیی دنیا کی کوئی چیز اللہ تعالیٰ کی مثل نہیں ہے۔ اب اگر خدا تعالیٰ کو کائنات کی افضل ترین مخلوق یعنی انسان کی مثل بھی ٹھہرایا جائے تو پھر بھی قرآن کی مخالفت ہو گی اور واضح رہے کہ وحی اور وحی باہم مخالف نہیں ہو سکتیں۔ لیکن یہ نام نہاد وحی کہتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ایک تخت ہے جس پر وہ بیٹھتا ہے اور وہ تخت اتنا پرانا اور بوسیدہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ اس پر تشریف فرما ہوتا ہے تو وہ چرچر کرتا ہے۔ چنانچہ روایت ہے۔

حضورؐ نے فرمایا۔ افسوس ہے تجھ پر۔ کیا تو جانتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کیا ہے۔ بلاشبہ اس کا تخت اس کے آسمانوں کے اوپر ہے۔ آپ نے اپنی انگلیوں سے قبہ کی شکل بنا کر بتایا (کہ وہ) اس طرح کا ہے اور فرمایا کہ بے شک وہ (تخت) (اللہ کے بیٹھنے سے) اس طرح چرچراتا ہے جیسے اونٹ کا کجاوہ اپنے سوار کے بوجھ سے چرچر کرتا ہے۔

(مشکوۃ شریف مطبوعہ امرتسر۔ طبع چہارم۔ ص 221)

(2) جب آفتاب کا کنارہ طلوع ہو تو نماز ترک کر دو یہاں تک کہ پورا طلوع ہو جائے اور جب آفتاب کا کنارہ غروب ہو تو نماز ترک کر دو۔ یہاں تک کہ پورا غروب ہو جائے اور تم اپنی نماز آفتاب کے طلوع و غروب کے وقت نہ پڑھا کرو۔ کیونکہ وہ شیطان کے دونوں سینگوں کے درمیان طلوع و غروب ہوتا ہے۔

(بخاری شریف مطبوعہ قرآن محل۔ کراچی۔ جلد دوم۔ ص 236)

جس شیطان کے سینگوں کا درمیانی فاصلہ ہزارہا میل کا ہے اس کی جسامت اور طول و عرض کے اندازہ آپ خود لگا لیں۔ لیکن اسی شیطان کے متعلق دوسری جگہ روایت مندرج ہے۔

(3) حضرت ابو ہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ حضورؐ نے فرمایا کہ جب کوئی نیند سے بیدار ہو اور وضو کرے تو تین مرتبہ ناک میں پانی ڈال کر جھاڑنا چاہئے۔ کیونکہ شیطان رات اس کی ناک کے بانسہ میں گذارتا ہے"۔

(بخاری شریف مذکورہ بالا۔ جلد دوم۔ ص 243)

(4) حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ حضورؐ نے فرمایا۔ بخار جہنم کی تیزی سے ہے لہٰذا اسے پانی سے ٹھنڈا کیا کرو۔

(بخاری شریف مترجم مطبوعہ قرآن محل۔ کراچی جلد دوم ص 233)

(5) تفسیر برہان میں جابر سے منقول ہے کہ میری عمار سے ملاقات ہوئی۔ اس نے بیان کیا کہ حضورؐ نے صبح کی نماز پڑھائی اور بیٹھ گئے اور کافی لوگ وہاں موجود تھے۔ اتنے میں دن نکل آیا۔ پس حضرت علی ؓ تشریف لائے تو حضورؐ نے کھڑے ہو کر علی کی پیشانی پر بوسہ دیا اور اپنے پہلو میں ان کو بٹھایا کہ انکے زانو آپ کے زانو سے ٹکرا رہے تھے۔ پس آپ نے فرمایا یا علی! اٹھ کے سورج سے بات کرو کیونکہ وہ تم سے بات کرے گا۔ لوگ بھی کھڑے ہو گئے کہ دیکھیں سورج کس طرح حضرت علیؓ سے باتیں کرتا ہے۔ بعض تو یہ بھی کہنے لگے کہ حضورؐ خواہ مخواہ اپنے بھائی کی عزت افزائی کرتے ہیں۔ پس حضرت علی ؓ نے باہر نکل کر سورج سے خطاب کیا۔ اے

... نے فوراً" جواب دیا۔ خیر سے ہوں۔ اے ... اے اول اے آخر۔ اے ظاہر اے باطن۔ اے ... شے کا جاننے والا ہے۔

جب حضرت علیؓ پلٹے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ تم بتاؤ ... میں خود بتاؤں کہ اس نے کیا کہا۔ حضرت علیؓ نے عرض کیا ... حضورؐ کا فرمانا ہی بہتر ہے۔ تو آپؐ نے فرمایا کہ سورج کا ... کہ تو اول ہے۔ اس کا یہ معنی ہے کہ تو سابق الایمان ہے اور اس کا یہ کہنا تو آخر ہے۔ اس کا معنی یہ ہے کہ تو سب سے آخر میرے غسل وغیرہ کے وقت موجود ہو گا۔ اور ظاہر کا معنی یہ ہے کہ میرے پوشیدہ رازوں پر مطلع ہو گا اور باطن کا معنی یہ ہے کہ تو میرے علم کا صحیح وارث ہو گا۔

(تفسیر انوار النجف جلد 13' ص 212)

(6) حضرت امام رضا علیہ السلام سے منقول ہے کہ مائدہ کے نزول کے بعد بنی اسرائیل کے لوگ کفر کی وجہ سے مسخ ہوئے' وہ دو گروہ تھے۔ ایک گروہ بے چھلکا مچھلی (اسے ملی کہتے ہیں) کی شکل میں مسخ ہوا اور دریا میں چلا گیا اور دوسرا فرقہ سوسمار کی شکل میں مسخ ہو کر جنگلوں میں پھیل گیا۔

(تفسیر قرآن جلد 5' ص 185)

(مصنفہ حجتہ الاسلام علامہ حسین بخش صاحب)

وحی کی مثل نہیں بن سکتی :- وحی کی ایک بنیادی خصوصیت جو متفقہ طور پر تسلیم کی جاتی ہے یہ ہے کہ اس کی مثل نہیں بن سکتی کیونکہ اس بارے میں قرآن کریم کی واضح نص موجود ہے کہ وحی کی مثل لائی ہی نہیں جا سکتی۔ ارشاد خداوندی ہے۔

وَاِنْ كُنْتُمْ فِيْ رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ (2:23)۔

(ترجمہ) اور اگر تم ہو بے شک کے اس چیز سے کہ اتاری ہے ہم نے اوپر اپنے بندے کے۔ پس لے آؤ ایک سورۃ مانند اس کے۔

اس آیت کریمہ میں قرآن کریم نے واضح طور پر وحی کا معیار (Criterion) مقرر فرما دیا ہے کہ وحی کی مثل نہیں بن سکی۔ اس آیت میں توجہ طلب اور قابل غور نکتہ یہ ہے کہ آیت میں معارضہ صرف قرآن کریم کا نہیں کیا گیا ہے کہ کفار قرآن کا مثل نہیں لا سکتے۔ بلکہ آیت ہذا میں معارضہ **مما نزلنا** کا کیا گیا ہے چونکہ یہاں **ما تعیم** کا ہے جس کے معنی ہیں کہ معارضہ ہر اس چیز کا کیا گیا ہے جو کچھ بھی نازل کی گئی ہے اور صرف قرآن کا معارضہ نہیں کیا گیا۔ اس نکتہ کو پیش نظر رکھ کے غور کرنے کے بعد ہر شخص باسانی اس نتیجہ پر پہنچ سکتا ہے کہ وحی صرف قرآن میں ہے جس کا مثل و نظیر نہیں ہے۔ قرآن کے علاوہ کوئی چیز بے مثل نہیں ہے۔ حتی کہ روایات بھی بے مثل نہیں ہیں اور ہر قسم کی روایات کتب معتبرہ میں چلی آ رہی ہیں اور واضعین نے ان کی مثل بنا کر کتب معتبرہ میں داخل کر دیا ہے۔

وحی قطعی ہوتی ہے ظنی نہیں ہو سکتی :- ایمان و عمل کی ساری عمارت یقین پر مبنی ہوتی ہے۔ اگر کسی معاملہ میں ذرا سا بھی شک و تردد واقع ہو جائے تو اس پر دل جمعی کے ساتھ ایمان و یقین نہیں لایا جا سکتا اور انسان اضطراب و کشمکش میں مبتلا رہتا ہے یہی وجہ ہے کہ جب خدا تعالیٰ نے انسان سے ایمان کا مطالبہ کیا تو وحی کو محفوظ اور منضبط شکل میں رکھنے کا بھی وعدہ اور اہتمام فرمایا تاکہ ہر شخص یقینی طور پر ایمان لا سکے۔ اسی لئے حضور نے قرآن کو محفوظ کرا کر امت کو دیا۔ صحابہ بھی یقینی طور پر اسی وحی پر ایمان لائے۔ اس کے علاوہ وہ برگزیدہ ہستیاں کسی بھی وحی پر ایمان نہیں لائیں۔ قرآن کے علاوہ ہر چیز ظنی ہے اور ظن پر تو ایمان لایا ہی نہیں جا سکتا۔ اس پر کسی شخص کی بھی طبیعت مطمئن نہیں ہو سکتی۔ یہی وجہ ہے کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

اِنَّ الظَّنَّ لَا يُغْنِيْ مِنَ الْحَقِّ شَيْئًا ○ (53:28)

(ترجمہ) تحقیق گمان نہیں کفایت کرتا حق سے کچھ۔

نیز ارشاد ہوا۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اجْتَنِبُوْا كَثِيْرًا مِّنَ الظَّنِّ اِنَّ بَعْضَ

الظَّنِّ اِثْمٌ (49:12)-
(ترجمہ) اے لوگو! جو ایمان لائے ہو۔ بچو بہت گمانوں سے' تحقیق بعض گمان گناہ ہے۔

ان واضح آیات کے باوجود جن میں مومنین کو ظن سے بچنے کی ہدایت ہے کیا خود خدا تعالیٰ انسان کو اس حالت پر مجبور کرتا کہ اس کے ایمان و یقین کی بنیاد واضح نہ ہو اور اس سے کسی غیر واضح و غیر متعین چیز پر ایمان لانے کا مطالبہ کیا جاتا۔ ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا۔ یقیناً وحی قطعی اور یقینی ہی ہو سکتی ہے اور وہ صرف قرآن کریم ہی ہے۔ روایات کے مشہور جامعین بھی اس سے متفق ہیں کیونکہ ہر روایت کا آغاز **وقال رسول الله** سے اور اختتام **اوکما قال** سے کرتے ہیں۔

وحی بمعہ اپنے الفاظ کے منزل من اللہ ہوتی ہے:- وحی مع اپنے الفاظ کے منزل من اللہ ہوتی تھی (26:195;16:103)- یہ ایک موہبت عظمیٰ تھی جو انبیاء کرام کو عطا ہوتی تھی۔ نبی کی سوچ' فکر' تعقل و تدبر کو اس میں کوئی دخل نہیں ہوتا تھا۔ اسی لئے وحی کے ذریعے جو علوم ملتے تھے وہ ہمیشہ کے لئے صحیح ہوتے ہیں۔ اس کے برخلاف حضورؐ کے اقوال و افعال بشری عقل کا نتیجہ تھے۔ جس میں سیر سہو و نسیاں کا بھی امکان تھا۔ اسی لئے آپؐ کو حکم تھا کہ آپ صحابہؓ کے ساتھ مشورہ کر کے اپنی رائے کو مستحکم اور پختہ بنائیں۔ آپ کو شیطانی نزع کے وقت **اعوذ بالله** کی دعا کرنے کا حکم تھا (7:200)- آپ شیطانی ہمزات سے بھی پناہ طلب فرماتے تھے (33:97)- آپ کی ایسی باتیں بھی تھی جو وحی کے بغیر تھیں اور آپ عقل و اجتہاد و مشورہ سے کام لیا کرتے تھے۔ ظاہر ہے کہ احادیث رسول وحی نہیں ہو سکتی تھیں ورنہ وحی کے لئے مشورہ کی کیا ضرورت تھی۔ اس سے ثابت ہے کہ وحی جو کہ منزل من اللہ ہے اور جس میں نبی کے فکر کا کوئی دخل نہیں ہے وہ صرف قرآن کریم ہے اور وحی خفی کے عقیدے کا پس منظر اور وجہ صرف یہ ہے کہ حضورؐ کو حد بشری سے اعلیٰ و ارفع سمجھا جائے اور آپ کے عقلی و دینی قویٰ کو سہو و خطا سے منزہ خیال کیا جائے۔

وحی میں تضاد نہیں ہو سکتا:- وحی کی ایک واضح خصوصیت ہے کہ وحی میں تضاد واقع نہیں ہو سکتا۔ اگر کوئی شخص اپنی ہی طرف سے' اپنی فکری کاوش سے پیش کردہ کوئی کتاب تحریر کرے اور اس کے لئے وحی کا دعویٰ کرے تو اس میں ضرور تضاد واقع ہو گا کیونکہ جتنے عرصہ میں وہ اپنی تعلیم جمع کریگا اس میں سہو و نسیاں ہونے کی وجہ سے تضاد ضرور واقع ہو گا۔ نیز یہ کہ چونکہ ہر شخص اپنے حالات و ماحول سے متاثر ہوتا ہے اس لئے اس کی فکر میں حالات کا تاثر ہونا لابدی چیز ہے۔ پھر ہر شخص کی فکر میں ارتقاء بھی ضروری ہے اور گذشتہ نظریات و خیالات سے رجوع کرنا کوئی امر بعید نہیں ہے۔ اس لئے فکر انسانی میں تضاد کا ہونا ضروری ہے۔ یہ صرف وحی الٰہی ہی ہے جس میں تضاد نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ اس کا سرچشمہ علم خداوندی ہوتا ہے۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے
بِمَآ اَنْزَلَ اِلَيْکَ اَنْزَلَهٗ بِعِلْمِهٖ (4:166)
(ترجمہ) جو کچھ اتارا طرف تیری' اتارا اس کو اپنے علم کے ساتھ۔
اِنَّمَآ اُنْزِلَ بِعِلْمِ اللّٰهِ (11:14)
(ترجمہ) وہ اتارا گیا ہے ساتھ علم خدا کے۔

علم خداوندی میں کسی قسم کی غلطی' سہو' نسیان' ارتقاء کا امکان ہی نہیں ہے۔ قرآن کریم چونکہ وحی ہے جس کا سرچشمہ علم خداوندی ہے اس لئے اس میں کوئی تضاد نہیں ہو سکتا۔ تخلیق کائنات کے متعلق مختلف مقالات پر' مختلف عنوانات کے ذیل میں روشنی ڈالی گئی ہے جو کہ مکی اور مدنی آیات پر مشتمل ہیں۔ آپ سارے مقالات پر غور فرمالیں۔ امتداد زمانہ کے باوجود کسی جگہ تضاد واقع نہیں ہو گا۔ اسی طرح تخلیق آدم' نمود زندگی کا متعدد جگہ تذکرہ کیا گیا ہے لیکن جو بات ایک جگہ کہی اسی کی تفصیل دوسری جگہ ہے۔ سیاسی' عمرانی' معاشرتی' اصول و نظریات سے آپ موقع بہ موقع متعارف ہوں گے مگر کسی جگہ آپ ان میں کوئی ابہام و تضاد نہیں پائیں گے۔ چونکہ

وحی میں کلی طور پر معروضیت (Objectivity) ہوتی ہے اور یہ علم خداوندی پر مبنی ہوتی ہے اس لئے عقلاً اس میں تضاد ممکن ہی نہیں ہے۔ پھر آیت خداوندی

وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوا فِيهِ اخْتِلَافًا كَثِيرًا
(4:82)

(ترجمہ) اور اگر ہوتا نزدیک غیر خدا کے سے، البتہ پاتے بیچ اس کے اختلاف بہت۔

نے تو اس بات پر مہر تصدیق ثبت کر دی کہ وحی میں تضاد واقع نہیں ہو سکتا۔ لیکن "احادیث رسول" کا معاملہ بالکل اس کے نقیض ہے۔ ہر فرقے کی مختلف احادیث ہیں اور ہر فرقے کی احادیث دوسرے فرقے کی احادیث سے مختلف ہیں۔ مختلف فرقوں کی مختلف اور ایک دوسرے سے متضاد احادیث ہونا ہی اس بات کی دلیل ہے کہ وہ وحی نہیں ہیں جبکہ ہر فرقہ کا قرآن ایک ہی ہے۔

وحی کے کسی بھی حصہ کو مسترد نہیں کیا جا سکتا:-

پوری اور مکمل وحی پر ایمان لانا ضروری ہوتا ہے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے

أَفَتُؤْمِنُونَ بِبَعْضِ الْكِتَابِ وَتَكْفُرُونَ بِبَعْضٍ (2:85)

(ترجمہ) کیا پس ایمان لاتے ہو ساتھ بعض کتاب کے اور کفر کرتے ہو ساتھ بعض کے۔

وحی کے بعض حصہ پر ایمان لانا اور بعض پر ایمان نہ لانے سے ایمان پورا نہیں ہوتا یہی وجہ ہے کہ اگر قرآن کریم کی کسی ایک آیت کا بھی انکار کر دیا جائے تو وہ کفر کے مترادف ہے اس کے برعکس روایات کی یہ پوزیشن نہیں ہے۔ ان سب پر ایمان لانا ضروری نہیں ہے۔ مختلف فرقوں کی روایات اور کتب روایات بھی مختلف ہیں۔ کوئی فرقہ کچھ روایات کو درست مانتا ہے اور بعض کچھ اور کو جو حضرت خارج از قرآن وحی کے قائل ہیں وہ بھی ہر روایت پر ایمان لانا ضروری خیال نہیں کرتے۔

وحی کا تعلق عالم امر سے ہے۔ اقوال رسول کا تعلق عالم خلق سے ہے:-

قرآن کریم نے روح کا لفظ وحی کے معنی میں استعمال کیا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے

(1) رَفِيعُ الدَّرَجَاتِ ذُو الْعَرْشِ يُلْقِي الرُّوحَ مِنْ أَمْرِهِ عَلَىٰ مَنْ يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ لِيُنْذِرَ يَوْمَ التَّلَاقِ (40:15)

(ترجمہ) بلند درجوں والا ہے صاحب عرش کا، ڈالتا ہے روح کو حکم اپنے سے اوپر جس کے چاہتا ہے بندوں اپنے سے تاکہ ڈرائے دن ملاقات کے سے۔

اسی طرح دوسری جگہ روح بمعنی وحی ارشاد ہے

يُنَزِّلُ الْمَلَائِكَةَ بِالرُّوحِ مِنْ أَمْرِهِ عَلَىٰ مَنْ يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ
(16:2)

(ترجمہ) فرشتوں کو اتارتا ہے ساتھ روح کے، اپنے حکم سے، اوپر جس کے چاہتا ہے اپنے بندوں سے۔

چنانچہ سورہ شوریٰ میں **اوحینا فعل** کا مفعول روح لا کر قطعی طور پر مہر تصدیق ثبت کر دی کہ روح کے معنی وحی کے ہی ہیں۔

وَكَذَٰلِكَ أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ رُوحًا مِنْ أَمْرِنَا (42:52)

(ترجمہ) اور اسی طرح وحی کی ہم نے تیری طرف روح کو اپنے حکم سے۔

ان مقامات میں قرآن کریم نے روح کا لفظ وحی کے معنی میں استعمال فرمایا ہے اور ہر جگہ وضاحت فرما دی کہ روح کا تعلق عالم امر سے ہے عالم خلق سے نہیں۔

عالم امر کا تعلق خدا کی مشیت سے ہوتا ہے۔ وہاں علت و معلول کا کوئی سوال نہیں ہے۔ عالم امر کا سلسلہ خدا تعالیٰ کی مرضی، مشیت اور ارادہ پر منحصر ہوتا ہے اس کے برعکس عالم خلق کا تعلق علت و معلول سے ہے۔ اس میں ہر کام خدا تعالیٰ کے مقرر کردہ قوانین اور ضوابط کے مطابق ہوتا ہے۔

وحی ایک موہبت عظمیٰ ہوتی ہے جس میں نبی کی سوچ کا کوئی تعلق نہیں ہوتا تھا اس میں محض (Objectivity) معروضیت ہوتی تھی اور یہ عالم امر سے متعلق ہوتی تھی۔ اقوال رسول کا تعلق عالم خلق سے ہوتا ہے۔ جب کوئی مقدمہ حضورؐ

کے سامنے پیش ہوتا تھا۔ اس کے تمام کوائف حضورؐ کے سامنے لائے جاتے تھے تو حضورؐ ان تمام واقعات پر غور و فکر کرنے کے بعد اس کے نتائج اپنی بصیرت سے نکالتے تھے اور اس کو اپنے الفاظ میں بیان فرماتے تھے۔ وہ الفاظ حضورؐ کے اپنی ذاتی بصیرت پر مبنی ہوتے تھے۔ یہ پورا عمل (Process) عالم خلق سے تعلق رکھتا ہے اس کا عالم امر سے کوئی تعلق نہیں جبکہ وحی کا تعلق خالصتاً عالم امر سے ہے۔

وحی کی یہ دس خصوصیات قرآن کریم میں غور کرنے سے نمایاں ہیں۔ ان تمام خصوصیات کو اگر بغور دیکھا جائے تو ہر شخص اس نتیجہ پر پہنچ سکتا ہے کہ صرف قرآن ہی ان خصوصیات کا حامل ہے اور صرف وہی وحی ہے۔ باقی جہاں تک روایات کا تعلق ہے وہ ان خصوصیات میں سے کسی ایک خصوصیت کی بھی حامل نہیں ہیں اور وحی شمار نہیں کی جا سکتیں۔

وحی خداوندی کی مختلف اقسام اور خارج از قرآن وحی تسلیم کرنے کے ثبوت میں چند آیات پیش کی جاتی ہیں جن کی وضاحت اس جگہ غیر مناسب معلوم نہیں ہوتی۔ اس لئے پیش خدمت

پہلی آیت:- ان آیات میں سے پہلی آیت سورہ الشوریٰ کی ہے۔

وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّكَلِّمَهُ اللّٰهُ اِلَّا وَحْيًا اَوْ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ اَوْ يُرْسِلَ رَسُوْلًا فَيُوْحِيَ بِاِذْنِهٖ مَا يَشَآءُ (42:51)

(ترجمہ) اور نہیں طاقت کسی آدمی کو کہ بات کرے اس سے خدا' مگر جی میں ڈالنے سے یا پیچھے پردے سے' یا بھیجے فرشتہ پیغام لانے والا' بس جی میں ڈال دیوے ساتھ حکم اس کے جو چاہتا ہے' تحقیق وہ بلند مرتبہ حکمت والا ہے۔

اس آیت کریمہ سے خارج از قرآن وحی کی سند لائی جاتی ہے اور بیان کیا جاتا ہے کہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہدایات موصول ہونے کی تین صورتیں بیان کی جا رہی ہیں۔ پہلی براہ راست وحی (الہام و القاء) دوسری قسم پردے کے پیچھے سے کلام اور تیسری قسم اللہ کے پیغام رساں (ملک) کے ذریعے وحی۔ اور یہ نظریہ قائم کیا گیا کہ قرآن کریم میں جو وحی دی گئی ہے وہ آخری اور تیسری قسم کی وحی کے ذریعہ ہے۔ اس طرح قرآن کو تو صرف ایک قسم کی (یعنی پہلی قسم کی) وحی قرار دیا گیا اور باقی دو صورتیں وحی ملنے کی جو تھیں وہ اس وحی کے علاوہ ہیں اور وحی خارج از قرآن تیسری قسم کی وحی پر مشتمل ہے جو فرشتہ کے ذریعہ ارسال کی جاتی تھی۔

لیکن یہ مفہوم بوجوہ بداہتہً غلط معلوم ہوتا ہے جس کی وجوہات درج ذیل ہیں۔

(1) مفسرین کرام کے خیال کے مطابق یہ تینوں صورتیں انبیاء کرام سے مخصوص ہیں۔ حالانکہ آیت شریفہ میں صرف نبی یا رسول سے گفتگو کرنے کا تذکرہ نہیں ہو رہا ہے بلکہ تمام نوع انسانی سے خطاب کرنے کا ذکر ہو رہاہے۔ اس لئے اس آیت کے صحیح مفہوم میں تمام نوع انسانی کو شامل کرنا ضروری ہے۔

(2) اگر یہ تینوں صورتیں وحی کی ہیں تو لفظ وحی کو محدود مفہوم میں لینا ہو گا۔ یعنی ایسی وحی جو بلا آواز اور بغیر جبرئیل کے ذریعے ہو۔ اس کی دوسری قسم میں صرف آوز مانا ہوا اور تیسری قسم یہ ہو گی کہ جبرئیل آکر وحی پہنچائیں حالانکہ قرآن کی وضاحت کے مطابق قرآن کریم جبرئیل کے ذریعے ہی آیا ہے فَاِنَّهٗ نَزَّلَهٗ عَلٰى قَلْبِكَ (2:97)۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وحی جب بھی آئی جبرئیل کے ذریعہ سے آئی ہے۔ اس لئے یہ کوئی تیسری قسم نہیں بن سکتی جو وحیاً" اور من وراء حجاب سے الگ ہو۔

(3) جب یہاں رسول کے معنی رسول کے بخوبی لگ سکتے ہیں تو فرشتہ معنی لینا مناسب نہیں ہے۔ کیونکہ جب لفظ اپنے اصلی معنی میں مستعمل ہو سکتا ہے تو وہی معنی لینا زیادہ مناسب ہے اور یہاں رسول کے معنی فرشتہ کرنے کے لئے کوئی خاص قرینہ بھی موجود نہیں ہے۔ قریبی معنی چھوڑ کے بعید معنی لینا مناسب نہیں ہے۔ نیز یہ کہ کلام الہیٰ کی یہ تیسری قسم یعنی بذریعہ فرشتہ پیغام ارسال کرنا تو خود ہی پہلی قسم وحیاً میں داخل ہے۔ اصل

بات یہ ہے کہ یہاں وحی کی نوعیں نہیں بتائی جا رہی ہیں جس کی یہ تین قسمیں ہوں۔ یہ مکالمہ الہٰی کے تین طریقے بتائے جا رہے ہیں۔ فرشتہ کا پیغام الہٰی پہنچانا بھی وحی ہے اور پہلے طریقے وحیہ سے کوئی مختلف نہیں ہے۔

یہ تمام نقائص دیکھتے ہوئے یہ تمام تراجم و تفاسیر درست معلوم نہیں ہوتیں۔ اب اس کا درست مفہوم غور اور توجہ سے ملاحظہ فرمائیں جو بالکل صاف ہے یہاں پوری نوع انسانی تک خدا کی ہدایت موصول ہونے کا ذکر کیا جا رہا ہے۔ انسانوں کی دو قسمیں ہیں۔ ایک رسول اور دوسرے رسولوں کے علاوہ تمام نوع انسانی' جیسا کہ اس آیت سے ظاہر ہے **فَلَنَسْئَلَنَّ الَّذِيْنَ اُرْسِلَ اِلَيْهِمْ وَلَنَسْئَلَنَّ الْمُرْسَلِيْنَ** (7:6)۔ (پھر ہم تو ضرور ان لوگوں سے جن کی طرف پیغمبر بھیجے گئے تھے سوال کریں گے اور خود پیغمبروں سے بھی ضرور پوچھیں گے) سورہ شوریٰ کی مذکورہ آیت کے پہلے حصہ میں رسولوں کا ذکر ہے کہ ان تک خدا کی ہدایت کس طرح پہنچتی ہے۔

رسولوں کو ہدایت ملنے کے دو طریقے بتائے گئے ہیں۔ ایک وہ وحی جو جبرئیل لاتے تھے جیسا کہ حضورؐ پر وحی آتی تھی یعنی جبرئیل کے ذریعہ سے' جس کی بابت ارشاد ہے **فانه نزله علی قلبک** (2:97) اور دوسرا طریقہ فرشتے کے بغیر براہ راست اس طریقہ سے کہ آواز تو سنائی دے لیکن متکلم دکھائی نہ دے جیسا کہ حضرت موسیٰؑ کی طرف وحی ہوئی تھی اور جس کا ذکر سورہ طٰہٰ میں ہوا ہے۔

یہ مذکورہ بالا دو طریقے انبیاء کرام کے ساتھ مخصوص تھے۔

اب رہے وہ تمام لوگ جن پر تمام بنی نوع بشر مشتمل ہے اور جو رسول نہیں ہیں تو ان کے ساتھ کلام خداوندی کا طریقہ یہ تھا کہ خدا تعالیٰ ان کی طرف اپنا رسول روانہ کرتا تھا اور اس رسول کی معرفت اپنا کلام عام انسانوں تک پہنچاتا تھا۔ یہ رسول ان کے درمیان واسطہ بنتا تھا۔ خدا تعالیٰ تو رسول کے علاوہ کسی بھی بشر سے بات نہیں کرتا تھا اور وحی الہٰی یعنی علم خداوندی بھی انسانوں میں صرف انبیاء کرام کی طرف آتی تھی۔ رسولوں کے علاوہ عام انسانوں کو خدا کی وحی صرف انبیاء کرام کی معرفت ہی ملتی تھی۔

آیت کریمہ کا جو درست مفہوم پیش خدمت کیا گیا ہے اس سے اگلی آیت نے اس مفہوم کو اور مستحکم کر دیا ہے۔ جہاں حضورؐ کے متعلق ارشاد ہے کہ **وَكَذٰلِكَ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ رُوْحًا مِّنْ اَمْرِنَا** (42:52) ہم نے اسی طرح جس طرح کہ ہم رسولوں کے ساتھ بذریعہ وحی کلام کرتے تھے تیری طرف بھی عالم امر سے وحی کی۔ یعنی حضورؐ سے خدا تعالیٰ کا یہ کلام حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرح **من وراء حجاب** نہیں ہوا بلکہ جبرئیل کی لائی ہوئی وحی کے ذریعہ ہوا۔ اس کے بعد کہا کہ تو اس سے پہلے کتاب اور ایمان کے متعلق کوئی معلومات نہیں رکھتا تھا۔ آیت کے اس حصہ تک تو خدا کے اس کلام کا ذکر ہوا جو اس نے حضورؐ کے ساتھ بذریعہ وحی کیا اس کے بعد ارشاد ہوا **وَاِنَّكَ لَتَهْدِيْٓ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ** (42:52) اور اے رسول تو یقیناً لوگوں کی راہنمائی صراط مستقیم کی طرف کرتا ہے اور اس طرح عام عالم انسانی کو جو غیر از نبی ہیں کلام خداوندی پہنچاتا ہے۔

تائید مزید:- سورہ شوریٰ کی اس معروف آیت کا عام طور پر جو مفسرین نے مفہوم لیا ہے۔ اس کی تردید اور اس کا درست مفہوم جو اس مضمون میں پیش کیا گیا ہے۔ اس کی تائید سورہ یٰسین کی آیات بھی کر رہی ہیں جن سے یہ مطلب مستفاد ہوتا ہے کہ حضورؐ کو وحی کے علاوہ الہام یا القاء نہیں ہوتا تھا۔ اگر یہ بات تسلیم کر لی جائے کہ حضورؐ کو وحی کے علاوہ الہام یا القاء نہیں ہوتا تھا تو سورہ شوریٰ کی آیت کا مفسرین کا اخذ کردہ مفہوم خود غلط قرار پاتا ہے جس میں انہوں نے وحی کی پہلی قسم کو الہام یا القاء پر مشتمل قرار دیا ہے۔

حضور کو صرف قرآن تعلیم کیا گیا تھا:- **وَمَا عَلَّمْنٰهُ الشِّعْرَ وَمَا يَنْۢبَغِيْ لَهٗ ۭ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ وَّقُرْاٰنٌ مُّبِيْنٌ** (36:69)۔ (اور نہیں سکھایا ہم نے اس کو شعر اور نہیں لائق اس کے وہ نہیں وہ مگر ایک نصیحت اور کتاب روشن۔

اس آیت کریمہ میں نفی و اثبات کے حصر کے ساتھ نہایت واضح طور پر بتایا گیا ہے کہ حضورؐ کو جو بھی تعلیم خدا تعالیٰ کی طرف سے ملی تھی وہ صرف اور صرف ذکر یعنی قرآن ہے۔ اس کے علاوہ ہر قسم کی تعلیم کے متعلق نفی کی گئی ہے کیونکہ یہاں ھو ضمیر کا مرجع تعلیم ہے۔ کہ جو بھی تعلیم دیا گیا ہے وہ صرف اور صرف ذکر یعنی قرآن ہے۔ ذکر کی وضاحت خود قرآن نے سورہ حم سجدہ میں یوں فرمائی کہ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِالذِّكْرِ لَمَّا جَآءَهُمْ وَاِنَّهٗ لَكِتٰبٌ عَزِيْزٌ لَّا يَاْتِيْهِ الْبَاطِلُ مِنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهٖ تَنْزِيْلٌ مِّنْ حَكِيْمٍ حَمِيْدٍ (ترجمہ) تحقیق وہ لوگ کہ کافر ہوئے ساتھ ذکر کے جب آیا ان کے پاس' اور تحقیق وہ البتہ ایک کتاب ہے عزت والی۔ نہیں آتا اس کے پاس جھوٹ آگے اس کے سے اور نہ پیچھے اس کے سے اتاری گئی ہے حکمت والے تعریف کئے گئے کی طرف سے۔) اس آیت شریفہ نے ذکر کی وضاحت کر دی کہ ذکر قرآن ہے اور قرآن کے علاوہ کوئی دوسری چیز نہیں ہے۔ البتہ ایک اشکال یہاں ذکر اور قرآن کے درمیان والی واؤ کا بھی پیدا کیا جاتا ہے کہ یہ واؤ عاطفہ ہے۔ اس لئے قرآن اور ذکر دو مختلف چیزیں ہیں۔ لیکن صحیح بات یہ ہے کہ یہ واؤ عاطفہ نہیں ہے بلکہ واؤ بیانیہ ہے جو قرآن کریم میں بکثرت واقع ہوئی ہے چنانچہ ارشاد ہے **ھو الذی ارسل رسولہ بالھدی و دین الحق**۔ (اللہ وہ ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت یعنی دین کے ساتھ بھیجا) اگر اس آیت میں واؤ کو واؤ عاطفہ سمجھا جائے جو مغائرت کی متقاضی ہے تو اس کا مطلب یہ ہو گا کہ ہدایت اور چیز ہے اور دین اور شئے ہے اور دین میں ہدایت نہیں ہے جو بالبدایت غلط ہے لہٰذا یہاں واؤ' واؤ بیانیہ ہی لی جا سکتی ہے۔ اسی طرح ذکر اور قرآن کے درمیان واؤ بیانیہ تفسیریہ ہے جس کے معنی ہیں کہ حضور کو خدا تعالیٰ کی طرف سے تعلیم صرف ذکر یعنی قرآن کیا گیا ہے اور حضور کو کوئی چیز الہام یا القاء نہیں کی گئی۔

ویسے بھی جو حضرات الہام یا القاء کے قائل ہیں۔ ان کے نزدیک بھی وحی اور الہام کی مثال ایسی ہے جیسی کہ بجلی اور موم بتی۔ بجلی کی موجودگی میں موم بتی کی کوئی قدر و قیمت نہیں ہے۔ اسی طرح جس ہستی کو وحی جیسی روشن' منور ہدایت ملتی ہو اسے الہام و القاء کی کیا ضرورت باقی رہ جاتی ہے؟

دوسری آیات جن سے وحی کی اقسام اور وحی خارج از قرآن تسلیم کی جاتی ہے سورہ النجم کی ابتدائی آیات ہیں جن سے یہ نظریہ قائم کیا گیا ہے کہ چونکہ حضور کا مطلق نطق وحی ہے اس لئے قرآن کے علاوہ حضور کے عام اقوال بھی وحی ہیں۔ وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ۝ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى (نہیں بولتا خواہش اپنی سے' نہیں وہ مگر وحی کہ بھیجی جاتی ہے)

لیکن حضور کے ہر نطق کے وحی ہونے کے خلاف خود قرآن اور روایات میں بہت سے دلائل ہیں مثلاً

(1) حضور نے منافقین کو جب غزوہ تبوک میں شرکت نہ کرنے کی اجازت عنایت فرما دی تو آیت کریمہ عَفَا اللّٰهُ عَنْكَ ۚ لِمَ اَذِنْتَ لَهُمْ حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكَ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا وَتَعْلَمَ الْكٰذِبِيْنَ (9:43)- نازل ہوئی (اللہ کی عفو میں رہو' انہیں کیوں اذن دے دیا یہاں تک کہ تم کو معلوم ہو جائیں وہ جو سچ کہتے ہیں اور تم جان لو جھوٹوں کو) اب اگر آپ کا منافقوں کو اجازت دینا وحی سے تھا تو خدا تعالیٰ کی طرف سے اس اجازت ولوانے کے بعد حضور سے اس کے متعلق یہ پوچھنے کا کیا مطلب؟ حضور کے قول اجازت کی تصویب کیوں نہ کر دی گئی۔ اس سے ظاہر ہے آنجناب کا منافقین کو اجازت دینا برنائے وحی نہیں تھا بلکہ یہ آپ کا بشری قول تھا۔

(3) دوسری مثال حضرت خولہ بنت ثعلب کے واقعہ کی ہے کہ جب ان کے شوہر حضرت اوس بن صامت ؓ نے انہیں ظہار کر دیا تو کچھ عرصہ کے بعد ان کو رجوع کرنے کی خواہش پیدا ہوئی لیکن چونکہ ظہار کر چکے تھے اس لئے رجوع کرنے میں انہیں سخت تردد و پس و پیش تھا۔ انہیں ہمت نہیں ہوتی تھی کہ خود حضور سے اس بارے میں استفسار کریں۔ انہوں نے حضرت خولہ کو حضور کے پاس بھیجا کہ وہ اس معاملہ میں صحیح

صورت حال معلوم کریں۔ حضور نے جب ان کا واقعہ سنا تو فرمایا کہ ظہار کے بعد وہ اپنے شوہر کے پاس نہیں جاسکتیں اور حضورؐ نے ظہار کو طلاق قرار دیا لیکن حضرت خولہ بار بار یہی اصرار کرتی تھیں کہ ظہار سے طلاق واقع نہیں ہوتی لیکن حضور اسے طلاق ہی گردانتے رہے لیکن فوراً ہی سورہ مجادلہ کی ابتدائی آیات نازل ہوئیں۔

قَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّتِیْ تُجَادِلُکَ فِیْ زَوْجِهَا وَ تَشْتَكِیْۤ اِلَى اللّٰهِ وَاللّٰهُ یَسْمَعُ تَحَاوُرَكُمَا اِنَّ اللّٰهَ سَمِیْعٌۢ بَصِیْرٌ۔ الخ (58:1-4)-

اس قرآنی وحی نے حضور کے قول کی جو عموماً وحی سمجھا جاتا ہے تردید کر دی اور حضور کے قول کی تصویب نہ کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ حضور کا ہر قول وحی نہیں تھا اور وہ حضور کا بشری قول تھا۔

(3) سورہ تحریم کی پہلی آیت مبارکہ کے متعلق روایات میں بہت تفصیل سے کام لیا گیا ہے جس کا مکمل طور پر تحریر کرنا مشکل ہے اس کا ملخص یہ ہے کہ حضور نے اپنی ازواج مطہرات کی خوشنودی کی خاطر اپنے لئے مغافیر کو حرام قرار دے دیا تھا چنانچہ آیت کریمہ۔

یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَاۤ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ الخ (66:1)-

نازل ہوئی جس میں حضور کے اس فعل کو نامناسب قرار دیا گیا۔ آپ نے اپنی ازواج کی خوشنودی کے لئے وہ چیز کیوں حرام کر لی جو اللہ نے آپ کے لئے حلال قرار دی تھی۔ اسی طرح پہلے تو اللہ تعالیٰ نے وحی خفی کے ذریعہ حضور سے ان کی ازواج کی خوشنودی کے لئے آپ پر شہد حرام کرا دیا پھر خود ہی وحی جلی کے ذریعہ اس فعل کو ناپسند فرما دیا اس سے ظاہر ہے کہ پہلا قول جس سے حضور نے اپنے اوپر مغافیر حرام قرار دیئے تھے وہ حضور کا اپنا بشری قول تھا وہ وحی ہرگز نہیں تھا۔

(4) حضور غزوہ بنی مصطلق کے لئے تشریف لے گئے۔ حضرت عائشہؓ آپ کے ہمراہ تھیں۔ جب غزوہ سے فارغ ہوئے تو آپ نے رات کے وقت واپس روانگی کا اعلان کر دیا۔ اس وقت حضرت عائشہؓ رفع حاجت کے لئے باہر گئی ہوئی تھیں۔ ان کی عدم موجودگی میں قافلہ روانہ ہو گیا۔ جب آپ واپس آئیں تو قافلہ جا چکا تھا۔ آپ وہیں بیٹھ گئیں۔ حضور نے حضرت صفوان کو گری ہوئی چیزیں اٹھانے کے لئے پیچھے چھوڑا ہوا تھا۔ انہوں نے حضرت عائشہ کو اپنے اونٹ پر بٹھا کر دوپہر کے وقت قافلہ میں پہنچا دیا۔ روایت کہتی ہے کہ اس پر حضرت عائشہ پر الزام لگایا گیا اور ایک ماہ تک اس کا چرچا رہا۔ حضرت نے صحابہ کو مسجد میں جمع کیا اور ممبر پر بیٹھ کر ارشاد فرمایا۔ "بخدا میں اپنے گھر والوں میں بھلائی ہی دیکھتا ہوں اور جو تہمت لگائی ہے اس میں بھی بھلائی ہی دیکھتا ہوں"۔

"حضور نے حضرت علی اور اسامہ بن زید کو جب وحی اترنے میں دیر ہوئی۔ بلایا۔ اور اپنی بیوی کو جدا کرنے کے متعلق مشورہ کرنے لگے۔ چونکہ جانتے تھے کہ آپ کو اپنی بیویوں سے محبت ہے اس لئے انہوں نے ویسا ہی مشورہ دیا اور کہا یارسول اللہ میں آپ کی بیویوں میں بھلائی ہی جانتا ہوں۔ لیکن حضرت علی نے عرض کیا۔ یارسول اللہ آپ پر تنگی نہیں ہے۔ ان کے علاوہ عورتیں بہت ہیں اور لونڈی بریرہ سے دریافت کیجئے وہ آپ سے سچ سچ بیان کریگی۔ رسول اللہ نے بریرہ کو بلایا اور فرمایا "اے بریرہ کیا تو نے عائشہ میں کوئی ایسی بات دیکھی ہے جو تجھے شبہ میں ڈال دے"۔

حدیث کے اس حصہ تک دو یا تین قابل غور باتیں ہیں۔ "وحی اترنے میں دیر ہوئی کے الفاظ نہایت غور طلب ہیں۔ اسی حدیث میں آگے بیان ہوا ہے کہ ایک مہینہ بھر وحی بند رہی۔ تو اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب حضور کا ہر قول وحی تھا تو وحی اترنے میں دیر ہونے کے کیا معنی؟ پھر اس پورے ماہ میں حضور نے جو کلام فرمایا۔ وہ وحی کیوں نہیں تھا؟ پھر اپنی بیوی کو جدا کرنے کے لئے حضرت علی اور حضرت اسامہ سے مشورے کے کیا معنی؟ کیا ان حضرات سے وحی نے مشورہ کیا تھا۔ واضح رہے کہ حضور کا ان حضرات سے مشورہ کرنا اور بریرہ سے دریافت کرنا حضور کا بشری کلام تو ہو سکتا ہے وحی ایسی ہرگز

نہیں ہو سکتی۔

روایت میں لکھا ہے کہ حضرت عائشہ فرماتی ہیں۔

"ایک مہینہ بھر انتظار کرتے رہے۔ لیکن میری شان میں کوئی وحی نازل نہیں ہوئی۔ آپ نے تشہد پڑھا اور پھر فرمایا۔ اے عائشہ تمہارے متعلق مجھے ایسی خبر ملی ہے۔ اگر تو بری ہے تو اللہ تعالیٰ تیری پاکیزگی ظاہر کر دے گا اور اگر تو اس میں بری ہو گی تو اللہ سے مغفرت طلب کر اور توبہ کر۔ اس لئے کہ جب بندہ گناہ کا اقرار کرتا ہے پھر توبہ کر لیتا ہے تو اللہ اس کی توبہ قبول کر لیتا ہے"۔

روایت کا یہ اقتباس "بخدا میں اپنے گھر والوں میں بھلائی ہی دیکھتا ہوں"۔ گذرا ہے اس میں لفظ بخدا قسم کے لئے آیا ہے۔ عربی متن کے الفاظ میں "**فواللہ ما علمت علی اھلی الاخیرا**" فواللہ کے الفاظ میں روایت نے حضور کی طرف قسماً" منسوب کیا ہے کہ آپ نے قسم کھا کر کہا کہ میں اپنے گھر والوں میں بھلائی ہی دیکھتا ہوں۔ برائی نہیں دیکھتا ہوں۔ قسم کھانے والے کو جب تک سو فیصدی یقین نہ ہو قسم نہیں کھا سکتا۔ مگر روایت نے حضور کی طرف تشہد کے ذریعہ قسماً" منسوب کیا ہے کہ آپ نے حضرت عائشہ سے کہا کہ اگر تو برائی میں مبتلا ہو گئی ہے تو اللہ سے مغفرت طلب کر اور توبہ کر۔

تو اب غور طلب بات یہ ہے کہ روایت نے دو متضاد چیزیں حضور کی طرف آپ سے قسم اٹھوا کر منسوب کی ہیں۔

(1) حضرت عائشہ کا تہمت سے بری ہونا۔

(2) اور بری نہ ہونا بھی۔

فواللہ کی قسم کے ساتھ آپ نے حضرت عائشہ کو بری قرار دیا اور تشہد کی قسم اٹھا کر شک پیدا کر دیا کہ اگر تو مبتلا ہو گئی ہے تو توبہ کر۔

اب غور فرمائیں کہ یہ کیا دو متضاد قسمیں وحی الٰہی ہو سکتی ہیں۔ کیا حضور کے دونوں متضاد قول وحی متضاد ہو سکتے ہیں۔

اختصار کے پیش نظر تین آیات اور ایک حدیث پیش خدمت کی گئی ہیں جن سے یہ ثابت کرنا مقصود ہے کہ حضور کا ہر قول وحی نہیں تھا۔

سورہ نجم کی آیات کا صحیح مفہوم:- اس تمہید کے بعد سورہ نجم کی ابتدائی آیات کریمات کا مفہوم پیش خدمت کیا جاتا ہے اس میں اصل غلطی یہ ہوئی ہے کہ **ھو** ضمیر کا مرجع بجائے نجم یعنی قرآن کے **ینطق** کو قرار دیا گیا ہے اور اسی طرح مطلق نطق رسول کو وحی قرار دے کر ہر قول رسول کو وحی ٹھہرایا گیا ہے جو سابقہ تحریر شدہ صفحات کی رو سے کسی طرح درست معلوم نہیں ہوتا بلکہ صحیح صورت حال کے مطابق ان آیات میں ھو ضمیر کا مرجع النجم یعنی ستارہ ہدایت قرآن ہے۔

والنجم اذا ھوی (53:4)- (ترجمہ) شہادت سے قرآن کی جبکہ وہ نازل ہوا کہ تمہارا یہ ساتھی نہ گمراہ ہوا ہے نہ بھٹک گیا ہے۔ وہ (وحی کے ضمن میں) بولتا ہے تو نہیں ہوتا وہ مگر وہی جو اس کی طرف وحی کیا جاتا ہے۔ پس **ان ھوا الا وحی یوحی** میں **ھو** ضمیر کا مرجع النجم یعنی قرآن کریم ہے۔

صرف قرآن میں ہی وحی ہونے کے قرآنی دلائل:-

سورہ انعام میں ارشاد ہوا۔ اِتَّبِعْ مَآ اُوْحِیَ اِلَیْکَ مِنْ رَّبِّکَ (6:106)- (ترجمہ) پیروی کر اس چیز کی کہ وحی کی گئی ہے تیری طرف رب تیرے سے)

دوسری جگہ ارشاد ہوا۔

اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا یُوْحٰٓی اِلَیَّ (10:15)-

(نہیں پیروی کرتا ہوں میں مگر اس چیز کی کہ وحی کی گئی ہے میری طرف)۔

پہلی آیت کریمہ میں حضور کو **ما اوحی** کی اتباع کا حکم دیا گیا ہے اور دوسری آیت میں حضور کی شہادت بیان کی گئی ہے کہ میں سوائے **ما یوحی** کے کسی چیز کی اتباع نہیں کرتا خدا اور رسول کی ان شہادتوں سے **ثابت** ہے کہ حضور صرف اور محض **ما یوحی** کے ہی تبع اور عامل تھے اور علاوہ **ما یوحی** کے آپ نے کسی چیز کا اتباع نہیں کیا۔ نحوی لحاظ سے چونکہ ما موصولہ کو مبہم سمجھا گیا ہے اس لئے اس میں تعمیم اور وسعت کی گنجائش تھی اسی وجہ سے اس میں وسعت دے کر اقوال

رسول کو بھی وحی قرار دیا گیا ہے۔ لہٰذا **ما یوحی** کی توضیح (Definition) کے لئے دو شہادات پیش کی جاتی ہیں۔ ایک شہادت تو خود وحی کی ہو گی کہ **ما یوحی** کیا چیز ہے اور دوسری شہادت **موحی الیہ** یعنی حضور کی ہو گی کہ ان کی طرف کون سی چیز وحی کی گئی ہے۔ چنانچہ ارشاد حضرت باری تعالیٰ ہے۔

وَكَذٰلِكَ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا (42:7)۔

اور اسی طرح وحی کیا ہم نے طرف تیری قرآن عربی۔

وَاُوْحِيَ اِلَيَّ هٰذَا الْقُرْاٰنُ (6:19)۔

اور وحی کیا گیا ہے طرف میری یہ قرآن۔

آیت نمبر 1۔ میں خدا تعالیٰ کی شہادت ہے کہ اے ہمارے رسول ہم نے تیری طرف اپنا قرآن وحی کیا ہے اور آیت نمبر 2۔ میں جس کی طرف بھیجا گیا ہے یعنی حضور کی شہادت ہے کہ اے لوگو۔ میری طرف یہ قرآن وحی کیا گیا ہے۔ ان دو شہادتوں کی موجودگی میں واضح ہے کہ حضور نے ہمیشہ صرف قرآن کی ہی اتباع کی ہے اور غیراز قرآن کی اتباع حضور نے کبھی نہیں کی ہے۔

دلیل نمبر 2 :- **اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مِنْ رَّبِّهٖ وَالْمُؤْمِنُوْنَ ؕ كُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ۔** (2:285)۔

(ترجمہ) ایمان لایا پیغمبر ساتھ اس چیز کے کہ اتاری گئی ہے طرف اس کے پروردگار اس کے سے اور مسلمان ہر ایک ایمان لایا ساتھ اللہ کے' اور فرشتوں اس کے سے' اور کتابوں اس کی کے اور رسولوں اس کے کے)۔

آیت بالا سے ظاہر ہے کہ انبیاء کرام پر کتاب کے علاوہ کوئی چیز نازل نہیں ہوئی تھی ورنہ ایمان صحابہ کی تعریف میں **کتبہ** کے ساتھ وہ بھی درج ہوتی نیز یہ کہ کتب نے **ما انزل اللہ** کی خود وضاحت کر دی کہ **ماانزل للہ** صرف کتاب ہے اور ایمان صرف کتاب پر لانا ضروری ہے۔ مومن کا ایمان تو جب ہی درست ہے جب کہ وہ انہیں چیزوں پر ایمان لائے جن پر حضور اور آپ کے صحابہ کرام ایمان لائے تھے۔ اس آیت کریمہ سے تو یہی ظاہر ہے کہ خود حضور اور صحابہ کرام ان چار چیزوں پر ایمان لائے تھے۔

(1) اللہ تعالیٰ۔ (2) ملائکہ۔ (3) کتب۔ (4) رسل۔ غیراز کتاب وحی پر ایمان لانے کا کوئی ذکر اس آیت میں نہیں ہے۔ مزید یہ کہ حضور کا ارشاد گرامی کہ **اٰمَنْتُ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنْ كِتٰبٍ** (42:15)۔ بھی قطعی حجت ہے کہ حضور خود بھی صرف کتاب پر ایمان لائے تھے۔ کتاب کے علاوہ بھی اگر حضور پر کوئی وحی ہوتی تو حضور یقیناً اس پر بھی ایمان لاتے اور اس آیت کریمہ میں بھی اس کا ذکر ضرور کیا جاتا۔

حصر نزول :- **اَفَمَنْ يَّعْلَمُ اَنَّمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ الْحَقُّ كَمَنْ هُوَ اَعْمٰى ؕ** (13:19)۔ (ترجمہ) کیا پس جو شخص کہ جانتا ہے یہ کہ جو کچھ اتارا ہے طرف تیری پروردگار تیرے سے سچ ہے مانند اس کے ہے کہ وہ اندھا ہے۔

آیت ہذا میں **انما** کلمہ حصر ہے جس سے بالتحقیق ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے حضور کی طرف حق یعنی قرآن کریم کے علاوہ کوئی اور چیز نازل نہیں کی گئی اور فقط قرآن ہی نازل کیا گیا ہے ایسے کلمہ حصر کے ہوتے ہوئے قرآن کے علاوہ کسی اور کتاب کو وحی کیسے شمار کیا جا سکتا ہے؟ اس آیت میں ما تعمیم کا ہے اور مراد یہ ہے کہ ہر وہ چیز جو تیرے رب کی طرف سے نازل کی گئی ہے وہ صرف حق ہے یعنی قرآن ہے اور حق یعنی قرآن کے علاوہ کوئی اور چیز نازل نہیں کی گئی ہے۔

دلیل نمبر 4 :- **الٓمّٓصٓ ۚ كِتٰبٌ اُنْزِلَ اِلَيْكَ فَلَا يَكُنْ فِيْ صَدْرِكَ حَرَجٌ مِّنْهُ لِتُنْذِرَ بِهٖ وَذِكْرٰى لِلْمُؤْمِنِيْنَ ۚ اِتَّبِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَلَا تَتَّبِعُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءَ ۗ قَلِيْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ** (7:1)۔ (ترجمہ) یہ کتاب تم پر اس غرض سے نازل کی گئی ہے تاکہ تم اس کے ذریعہ سے ڈراؤ۔ اور ایمان والوں کے لئے نصیحت کا باعث ہو۔ پس تمہارے دل میں اس کی وجہ سے کوئی تنگی پیدا نہ ہو۔ (لوگو) جو تمہارے پروردگار کی طرف سے تم پر نازل کیا گیا ہے اس کی پیروی کرو اور اس کے سوا دوسرے سرپرستوں کی پیروی نہ کرو۔ تم لوگ تو بہت ہی کم

نصیحت قبول کرتے رہو۔

پہلی دو آیات کریمات میں بیان فرمایا کہ کتاب نازل کی گئی ہے۔ متصلہ آیت نمبر 3 میں تاکید فرمائی کہ جو کچھ بھی نازل کیا گیا ہے اس کی اتباع کرو۔ دونوں آیات پر غور کرنے سے ظاہر ہے کہ کتاب اور ما ازل ایک ہی چیز ہے کیونکہ دونوں کیلئے انزل کا لفظ استعمال کیا گیا ہے۔

دلیل نمبر 5:- فَاسْتَمْسِكْ بِالَّذِيٓ اُوْحِيَ اِلَيْكَ اِنَّكَ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ وَاِنَّهٗ لَذِكْرٌ لَّكَ وَلِقَوْمِكَ وَسَوْفَ تُسْئَلُوْنَ (43:43-44)۔

(ترجمہ) تو تمہارے پاس جو وحے بھیجی گئی ہے تم اسے مضبوط پکڑے رہو۔ اس میں شک ہی نہیں کہ تم سیدھی راہ پر ہو۔ اور یہ تمہارے لئے اور تمہاری قوم کے لئے نصیحت ہے اور عن قریب ہی تم لوگوں سے باز پرس کی جائے گی۔

اس آیت کریمہ میں **اوحی الیک** کی وضاحت خود ہی فرما دی کہ **اوحی الیک** کا مطلب "ذکر" ہے۔ اور ذکر کی توضیح سورہ انبیاء میں فرمائی کہ **و هذا ذکر مبارک انزلنہ**۔ اور یہ (قرآن) ذکر ہے برکت والا ہے اتارا ہے ہم نے اس کو دونوں آیات سے ظاہر ہے کہ **اوحی الیک** "ذکر" یعنی قرآن ہے۔

دلیل نمبر 6:- اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْتُمُوْنَ مَآ اَنْزَلْنَا مِنَ الْبَيِّنٰتِ وَالْهُدٰى مِنْۢ بَعْدِ مَا بَيَّنّٰهُ لِلنَّاسِ فِى الْكِتٰبِ اُولٰٓئِكَ يَلْعَنُهُمُ اللّٰهُ وَيَلْعَنُهُمُ اللّٰعِنُوْنَ (2:159)۔

(ترجمہ) بے شک جو لوگ ان روشن دلیلوں اور ہدایتوں کو جنہیں ہم نے نازل کیا۔ اس کے بعد چھپاتے ہیں جبکہ ہم کتاب میں لوگوں کے سامنے صاف صاف بیان کر چکے۔ تو یہی لوگ ہیں جن پر خدا بھی لعنت کرتا ہے اور لعنت کرنے والے بھی لعنت کرتے ہیں"۔

اس آیت سے واضح ہے کہ **ما انزل** کی وضاحت تبئین کتاب میں کر دی گئی ہے اور **ما انزل** کا کوئی حصہ بھی کتاب سے باہر نہیں ہے اور **ما انزل** کا کتاب سے باہر ہونے کا تصور قرآن کے خلاف ہے۔

دلیل نمبر 7:- وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ الْكِتٰبِ وَمُهَيْمِنًا عَلَيْهِ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَهُمْ عَمَّا جَآءَكَ مِنَ الْحَقِّ (5:48)۔

(ترجمہ) اور ہم نے تم پر حق کتاب نازل فرمائی کہ جو کتاب (اس کے پہلے سے) اس کے وقت میں موجود ہے اس کی تصدیق کرتی ہے اور اس کی نگہبان (بھی) ہے۔ تو جو کچھ تم پر خدا نے نازل کیا ہے اسی کے مطابق تم بھی حکم دو اور جو حق بات خدا کی طرف سے آپ کو ملی ہے اسی سے کترا کے ان لوگوں کے خواہش نفسانی کی پیروی نہ کرو۔

اس آیت حمیدہ میں **الکتب** اور **ماانزل** ایک ہی چیز کے لئے استعمال کئے گئے ہیں جو کہ قرآن کریم ہے۔ اس سے ظاہر ہے کہ **ماانزل** صرف کتاب ہے اور اس کے علاوہ کوئی دوسری چیز **ماانزل** میں شریک نہیں ہے۔

دلیل نمبر 8:- وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيَاتُنَا بَيِّنٰتٍ قَالَ الَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ لِقَآءَنَا ائْتِ بِقُرْاٰنٍ غَيْرِ هٰذَآ اَوْ بَدِّلْهُ (10:15)۔

(ترجمہ) اور جب ان لوگوں کے سامنے ہماری روشن آیتیں پڑھی جاتی ہیں تو جن لوگوں کو ہماری حضوری کا کھٹکا نہیں ہے وہ کہتے ہیں کہ ہمارے سامنے اس کے علاوہ کوئی دوسرا قرآن لاؤ یا اس کو رد و بدل کر ڈالو۔

اس آیت کریمہ سے واضح ہے کہ حضور سے جن لوگوں نے غیر قرآن طلب کیا اور اس کو بدل ڈالنے کی خواہش ظاہر کی وہ قیامت کے منکر تھے نیز یہ معلوم ہوا کہ غیر قرآن طلب کرنا ملاقات خداوندی کے منکرین کا شیوہ تھا۔ دوسرے یہ بات معلوم ہوئی کہ حضور قرآن کریم کی ہی تعلیم دیتے تھے جب ہی تو منکرین قیامت نے غیر قرآن طلب کیا ورنہ ان کا غیر قرآن طلب کرنا کوئی معنی نہیں رکھتا لیکن حضور نے جواب میں ارشاد فرمایا کہ قُلْ مَا يَكُوْنُ لِيْٓ اَنْ اُبَدِّلَهٗ مِنْ تِلْقَآئِ نَفْسِيْ اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا يُوْحٰٓى اِلَيَّ (10:15)۔ (ترجمہ) اے رسول تم کہدو! مجھے یہ اختیار نہیں کہ میں اسے اپنے جی سے بدل

ڈالوں۔ میں تو صرف اسی کا پابند ہوں جو میری طرف وحی کی گئی ہے۔

حضور نے قرآن کریم کے غیر یعنی غیر قرآن کے پیش کرنے کو اور اس کی تعلیم دینے کو خدا تعالیٰ کی نافرمانی قرار دیا اور غیر قرآن کی تعلیم پیش کرنے پر بڑے دن کے عذاب کا خوف بتلایا۔ یہ کس طرح ممکن ہے حضور نے قرآن کے علاوہ کسی چیز کی تعلیم دی ہو اس آیت میں **ان اتبع الا ما یوحی الی** کلام غیر موجب ہے اور مستثنیٰ منہ' مذکور نہیں ہے۔ لہٰذا یہاں **الا حصر** کا فائدہ دیتا ہے اس لئے حضور کی تعلیم صرف **ما یوحی** یعنی قرآن کریم ہی ہے۔

مزید یہ کہ اس آیت میں بھی اور کئی مقامات قرآنی کی طرح قرآن اور **ما یوحی** کو ایک ہی معنی میں استعمال کیا گیا ہے جس سے ثابت ہے کہ **ما یوحی** صرف قرآن ہے۔

دلیل نمبر 9:- **قل انما اتبع ما یوحی الی من ربی هذا بصائر من ربکم وهدی و رحمة لقوم یومنون واذا قری القرآن فاستمعوا له وانصتوا لعلکم ترحمون** (7:203)۔

(ترجمہ) کہدو! سوائے اس کے نہیں کہ میں پیروی کرتا ہوں اس چیز کی کہ وحی کی جاتی ہے میری طرف۔ رب میرے سے۔ یہ دلیلیں ہیں پروردگار تمہارے سے' اور ہدایت اور رحمت' واسطے اس قوم کے ایمان لاتے ہیں اور جب پڑھا جاوے قرآن پس سنو اس کو اور چپکے رہو تاکہ رحم کئے جاؤ۔

ان آیات سے بخوبی روشن ہے کہ مایوحی صرف بصائر ہدیٰ اور رحمت ہیں جو مختلف مقامات پر صرف قرآن کریم کے لئے استعمال کئے گئے ہیں اور صرف انہیں کی اتباع کا حکم دیا گیا ہے نیز اگلی متصل آیت میں مزید وضاحت فرمائی کہ یہ **ما یوحی** جو بصائر و ہدیٰ و رحمتہ پر مشتمل ہے صرف قرآن کریم ہے جس کے لئے خاموشی سے سننے کی تاکید فرمائی گئی ہے۔

دلیل نمبر 10:- **وقال الذین کفروا لن نومن بهذا القرآن ولا بالذی بین یدیه** (34:31)۔

(ترجمہ) اور جو لوگ کافر ہوئے کہتے ہیں کہ ہم نہ تو ان پر ایمان لائیں گے اور نہ اس (کتاب) پر جو اس سے پہلے نازل ہو چکی"۔

اس آیت میں کفار نے قرآن کریم کے ساتھ سابقہ کتب کے انکار کا تو ذکر کیا ہے مگر کسی **مثله معه** کا ذکر تک نہیں کیا۔ اگر قرآن کریم کے علاوہ اور بھی کوئی وحی حضور کو ملی ہوتی تو کفار سابقہ کتب کے بجائے قرآن کے ساتھ اس کا ذکر کرتے۔

قرآن کریم کی آیات سے ثابت کرنے کی کوشش کی گئی ہے کہ وحی صرف اور صرف قرآن میں ہی محفوظ ہے اس کے باہر وحی کا ایک لفظ بھی نہیں ہے (جن حضرات کو اس بارے میں مزید دلائل درکار ہوں وہ دوسرا مضمون موسوم بہ "وحی صرف قرآن میں ہے" ملاحظہ فرما سکتے ہیں۔

اس مختصر سے مضمون میں حتی الامکان اہل بات کی کوشش کی گئی ہے کہ نہایت محتاط اور مہذب طریقہ سے اپنا نقطہ نگاہ قرآن کریم کی آیات کیساتھ ثابت کر دیا جائے اور کوئی لفظ یا جملہ قصداً" ایسا استعمال نہیں کیا گیا جو کسی صاحب کو ناگوار خاطر گذرے کیونکہ اصل مقصود صرف موضوع کی وضاحت ہے۔ قارئین کرام سے درخواست ہے کہ وہ اس اہم موضوع پر نہایت سنجیدگی اور شرح صدر سے غور فرمائیں اور اس موضوع پر زیادہ سے زیادہ قرآن کریم سے استفادہ فرمائیں۔

وَهُهُنا تَمَّ مِنَّا الْكَلام
عَلىٰ مُصْطَفَنا الْوُفُ سَلام

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سرسید احمد خانؒ

مخالفت

(تہذیب الاخلاق بابت یکم ذی الحجہ 1289ھ)

دشمنی اور عداوت، حسد اور رنجش اور ناراضی کے سوا ایک اور جذبہ انسان میں ہے جو خود اسی شخص میں کمینہ عادتیں اور رذیل اخلاق پیدا کرتا ہے اور بعوض اس کے کہ وہ اپنے مخالف کو کچھ نقصان پہنچائے خود اپنا نقصان کرتا ہے۔ اس انسانی جذبے کو ہم مخالفت کہتے ہیں۔

دشمنی اور عداوت کا منشاء اکثر اتلاف حقوق کے سبب سے ہوتا ہے۔ زن یا زر، زمین یا خون اس جذبے کے جوش میں آنے کے باعث ہوتے ہیں۔

حسد کا منشاء صرف وہ اوصاف حمیدہ ہوتے ہیں جو محسود میں ہیں اور حاسد ان کا خواہاں ہے، مگر وہ اس میں نہیں ہیں اور نہ ہو سکتے ہیں۔

رنجش اور ناراضی اکثر باہمی معاشرت میں خلل واقع ہونے سے ہوتی ہے۔

مگر ان سب کے سوا ایک اور جذبہ انسان میں ہے جو بغیر ان سببوں کے جوش میں آتا ہے۔ اس کا منشاء نہ زر و زمین و زن کی دشمنی ہوتی ہے اور نہ مخالف کے اوصاف حمیدہ کی خواہش ہوتی ہے، کیونکہ یہ شخص اپنے مخالف کے اوصاف حمیدہ کو اوصاف حمیدہ ہی نہیں تصور کرتا اور نہ باہمی معاشرت کا خلل اس کا باعث ہوتا ہے، اس لئے کہ اکثر ان دونوں میں ملاقات اور واقفیت بھی نہیں ہوتی، بلکہ اس کا منشاء صرف یہ ہوتا ہے کہ اس کی مخالف رائے یا عقل و سمجھ دوسرے فریق کی رائے اور سمجھ سے مخالف ہوتی ہے۔

یہ جذبہ مخالفت قریباً کل انسانوں میں پایا جاتا ہے، مگر مہذب اور تربیت یافتہ اور نیک دل آدمیوں میں اس کا ظہور اور طرح پر ہوتا ہے اور نامہذب اور ناتربیت یافتہ بد ذات آدمیوں میں اس کا ظہور دوسری طرح پر ہوتا ہے۔ پہلا اس مخالفت سے ہر قسم کے فائدے اٹھاتا ہے اور دوسرا ان فائدوں سے بھی محروم رہتا ہے اور دنیا میں خود اپنے تئیں بد طینت اور کذاب اور نامہذب ثابت کرتا ہے۔

دنیا میں یہ بات قریباً ناممکن ہے کہ تمام لوگ ایک رائے پر، گو وہ کیسی ہی صحیح و سچ ہو متفق ہو جائیں، پس ضرور ہے کہ آپس میں اختلاف رائے ہو۔ نیک آدمی اپنے مخالف کی رائے کو نہایت نیک دلی سے سوچتا ہے اور ہمیشہ یہ ارادہ رکھتا ہے کہ اگر اس میں کوئی اچھی بات ہو تو اس کو چن لوں اور اگر مجھ میں کوئی غلطی ہو تو اس کو صحیح کر لوں اور جب ایسی کوئی بات اس میں نہیں پاتا تو اپنے مخالف کی غلطیوں کی اصلاح کے در پے ہوتا ہے اور ان غلطیوں کو اس طرح پر بتاتا ہے جیسے ایک دل سوز دوست بتاتا ہے۔ کہیں کہیں طبیعت کو تر و تازہ کرنے کے لیے نہایت دلچسپ ظرافت بھی کر بیٹھتا ہے اور کبھی کبھی کوئی لطیفہ بھی بول اٹھتا ہے اور باوجود مخالفت کے ایک دوسرے کو فائدہ پہنچتا ہے۔

کمینہ طبیعت اور نامہذب ناشائستہ آدمی یہ رستہ نہیں چلتا، وہ بات کے حسن و قبح کی طرف متوجہ نہیں ہوتا، بلکہ اپنے مخالف کے عیوب ذاتی سے بحث کرنے لگتا ہے۔ سخت کلامی، درشت گوئی سب و شتم اپنا پیشہ کر لیتا ہے۔ اپنے مخالف کے عیوب واقعی ہی کے بیان پر بس نہیں کرتا، بلکہ ہر

قسم کے بہتان اس پر لگاتا ہے' اور جھوٹی جھوٹی باتیں اس کی طرف منسوب کرتا ہے اور خود مورد "لعنت اللہ علی الکاذبین" بنتا ہے۔ اس راہ چلنے سے اور جھوٹ اتہام کرنے سے اور لعنت خدا کا مورد بننے سے اس کا مطلب اپنے مخالف کو بدنام کرنا اور عام لوگوں میں جو اس کے مخالف کے حال سے واقف نہیں ہیں ناراضی پیدا کرنا ہوتا ہے' مگر درحقیقت اس کا یہ مطلب حاصل نہیں ہوتا اور بعوض اس کے کہ اس کا مخالف بدنام ہو خود وہی زیادہ رسوا اور بدنام ہوتا ہے۔ اس لیے کہ جب اس مخالف کی برائی جو اس نے براہ کذب و اتہام اس کی نسبت منسوب کی ہے' مشہور ہوتی ہے تو کوئی تو اس کو سچ سمجھتا ہے اور بہت لوگ اس کی تحقیق کے درپے ہوتے ہیں اور جب اس کی کچھ اصل نہیں پاتے تو بعوض اس کے مخالف کے خود اسی کذاب پر لعنت اور تھوہ تھوہ کرتے ہیں اور بقول شخصے کہ دروغ کو فروغ نہیں ہوتا۔ تھوڑے ہی دنوں میں اس کی قلعی کھل جاتی ہے اور وہ جھوٹا بدگو خود اسی گڑھے میں گرتا ہے جو اس نے اپنے مخالف کے لیے کھودا تھا۔ پس انسان کو چاہیے کہ اپنے مخالف سے بھی مخالفت کرنے میں سچائی اور راست بازی' نیکی اور نیک دلی کو کام میں لائے کہ یہی طریقہ اپنے مخالف پر فتح پانے کا ہے' ورنہ بعوض اپنے مخالف کے خود اپنے تئیں رسوا کرنا ہے۔

ہم کو بڑا افسوس ہے کہ ہمارے مخالف اس پچھلے طریقے پر ہم سے مخالفت کرتے ہیں۔ ہم کو اپنی مخالفت کا یا اپنے پر اتہام کرنے کا یا اپنی بدنامی کا کچھ اندیشہ نہیں ہے' بلکہ اس بات کا افسوس ہے کہ انجام کو ہمارے مخالف ہی رسوا و بدنام ہوتے ہیں اور دنیا انہی کو دروغ گو و کذاب قرار دیتی ہے۔ اگر ان کو ہمارے حال پر رحم نہیں ہے تو خود ان کو اپنے حال پر رحم کرنا چاہیے۔ **ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم۔**

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

سانحہ ہائے ارتحال

فکر قرآنی کے شیدائی محمد ارشاد ایک حادثہ میں زخمی ہونے کے دو دن بعد وفات پا گئے۔ مرحوم کا شمار علاقہ مری کے بادہ نوشان خمکدہ قرآنی میں ہوتا تھا۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کو اپنے جوار رحمت میں جگہ دے اور پس ماندگان کو صبر جمیل کی توفیق دے۔ ادارہ مرحوم کے اعزہ و اقرباء کے غم میں برابر کا شریک ہے۔

بزم طلوع اسلام منگورہ' سوات کے رکن محترم محمد حسن صاحب کے بڑے بھائی اور محترم محمد ایاز صاحب کے چچا محترم وفات پا گئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کو کروٹ کروٹ جنت عطا فرمائے اور پس ماندگان کو صبر جمیل کی توفیق دے۔ ادارہ طلوع اسلام مرحوم کے پس ماندگان اور اعزہ و اقرباء کے غم میں برابر کا شریک ہے۔

(ادارہ طلوع اسلام)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پروفیسر رفیع اللہ شہاب

پرویزیت۔۔ اسلام کے خلاف ایک فتنہ جانکاہ؟

اس عنوان سے ایک مولانا ڈاکٹر احمد علی سراج صاحب کا ایک مفصل مضمون روزنامہ نوائے وقت اسلام آباد کی نومبر 12' 19 اور 26 کی اشاعتوں میں شائع ہوا ہے۔ اس میں انہوں نے ایک دفعہ پھر علامہ پرویز کے خلاف علماء کے فتویٰ کے حوالے سے کیچڑ اچھالنے کی کوشش کی ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ ان علماء حضرات کے فتویٰ کے بعد جب لوگوں نے پرویز صاحب کا لٹریچر پڑھنا شروع کیا تو ان کی مقبولیت پہلے سے بھی بڑھ گئی۔ اس کے حوالے سے مجھے امام بخاریؒ کا وہ فتویٰ یاد آگیا جو انہوں نے حنفی فقہ کے بانی' امام ابو حنیفہؒ کے خلاف دیا تھا۔ انہوں نے امام صاحب کو نہ صرف یہ کہ کافر قرار دیا تھا بلکہ انہیں نعوذباللہ دنیا کا بدترین انسان قرار دیا تھا۔ بخاری صاحب کے اصل الفاظ یہ تھے' **ما ولد فی الاسلام اشعم منہ** جس کا ترجمہ یہ ہے کہ اسلام میں ان سے زیادہ بدبخت کوئی شخص پیدا نہیں ہوا۔

امام بخاری کا یہ فتویٰ ان کی کتاب التاریخ الصغیر کے صفحہ 127 پر اب بھی موجود ہے۔ یہ کتاب پہلے پہل جب کانپور انڈیا میں شائع ہوئی تھی تو حنفی علماء نے اسے تقسیم ہونے سے پہلے جلا دیا تھا۔ پاکستان میں یہ کتاب ادارہ ترجمان الحدیث لاہور کی جانب سے شائع ہوئی ہے اور صرف اعتماد کے لوگوں کو دی جاتی ہے۔ اگر کسی قاری کو یہ کتاب مل جائے تو وہ اس کے صفحہ 127 یا اس ایڈیشن میں کچھ رد و بدل ہو تو جہاں امام ابو حنیفہؒ کے حالات زندگی بیان کئے گئے ہیں' وہاں دیکھے۔ لیکن امام بخاریؒ کے اس فتویٰ کا الٹا اثر ہوا اور امام ابو حنیفہؒ کی مقبولیت پہلے سے بھی بڑھتی گئی۔ اس وقت دنیا میں ان کے پیروکاروں کی تعداد سب سے زیادہ ہے۔ یہی حال پرویز صاحب کے خلاف فتوے کا ہوا' اس سے ان کی مقبولیت میں اضافہ ہو گیا جس سے علماء حضرات کے سینوں پر سانپ لوٹنے لگے ہیں۔

مقالہ نگار کے نام کے ساتھ ڈاکٹر لکھا ہوا ہے معلوم نہیں وہ کس قسم کے ڈاکٹر ہیں تاہم وہ اسلامی تعلیمات سے جاہل معلوم ہوتے ہیں۔ شریعت اسلامی کا سب سے نازک مسئلہ مقام نبوت کی صحیح سمجھ ہے۔ جس سے وہ بیچارا عاری نظر آتا ہے چونکہ اسے مقام نبوت کا صحیح علم نہیں ہے اس لئے وہ پرویز صاحب کی تحریروں میں تحریف کر کے ان پر کیچڑ اچھالتا ہے۔ حالانکہ مقام نبوت کے بارے میں پرویز صاحب کی تحریر کو عالمی شہرت حاصل ہوئی تھی۔ خود ملک کی اعلیٰ عدالتوں نے یہ تسلیم کیا ہے کہ انہوں نے بہت سے جید علماء کی اس موضوع پر تحریروں کا مطالعہ کیا لیکن وہ صرف پرویز صاحب کی تحریر سے ہی نبوت کا اصل مقام سمجھ سکے اور قادیانیوں کو اس کی بناء پر غیر مسلم اقلیت قرار دے دیا گیا۔ ادارہ طلوع اسلام نے ان تمام تفصیلات کو کتابی صورت میں شائع کر دیا ہے جو مفت تقسیم کی جا رہی ہے۔ مقالہ نگار اسے منگوا کر نبوت کے حقیقی مقام کا علم حاصل کر سکتے ہیں۔

اس بارے میں مقالہ نگار نے جو سنگین غلطی کی ہے انہوں نے رسول اللہ ﷺ پر درود کے لئے ایسی عبارت استعمال کی ہے کہ جو نہ صرف یہ کہ عربی زبان کے مطابق غلط ہے بلکہ اس کے ذریعے سے ختم نبوت کا عقیدہ بھی مشکوک ہو جاتا ہے۔

اس درود شریف کی مسنون عبارت صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ حدیث کے سینتالیس مجموعے ہیں ان سب میں درود کی یہی عبارت ہے۔ لیکن بعض لوگوں نے جو رسول اللہ ﷺ کی نبوت میں ان کی آل و اولاد کو بھی شامل سمجھتے ہیں انہوں نے اس درود میں "آلہ" کا اضافہ کر دیا اور اس طرح یہ عبارت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم بن گئی۔ اس درود میں آل کے اضافے میں تو کوئی حرج نہیں بشرطیکہ اسے عربی زبان کے قواعد کے مطابق کیا جائے۔

عربی گرامر کا یہ قاعدہ ہے کہ اسم ضمیر پر اسم ظاہر کا اضافہ نہیں ہو سکتا اور اگر یہ اضافہ کیا جائے تو حرف جار علیٰ دوبارہ لانا ہو گا۔ اس صورت میں اس اضافہ والے درود شریف کی عبارت یہ ہو گی۔ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم۔

چنانچہ درود کیلئے اضافہ والی یہ صحیح عبارت استعمال کرنے میں کوئی حرج نہیں لیکن جن حضرات نے اس درود میں "آلہ" کا اضافہ کیا ہے' ان کا عقیدہ یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی نبوت میں ان کی آل بھی شریک ہے اس لئے وہ اس عبارت میں حرف جار علیٰ کا استعمال نہیں کرتے۔ اس بارے میں عربی گرامر کا جو قاعدہ بیان کیا گیا ہے اس کے مطابق "علیہ" کے آخر میں جو "ہ" ہے وہ ضمیر ہے۔ اور آل کا لفظ اسم ظاہر ہے۔ پھر دکھ کی بات ہے کہ مقالہ نگار صاحب نے پرویز صاحب کی عبارتوں میں تحریف کر کے' یہ ختم نبوت کو مشکوک کرنے والا درود شریف شامل کر دیا ہے۔ بے چارے کو اگر مقام نبوت کا علم ہوتا تو اس گھناؤنے جرم کا ارتکاب نہ کرتا عجیب بات ہے کہ ایسا جاہل آدمی جو مقام نبوت کی حقیقت کو نہیں سمجھ سکتا وہ پرویز صاحب پر کیچڑ اچھالے کہ جن کی اس موضوع پر تحریر کو ایسی عالی شہرت حاصل ہوئی کہ نیک لوگوں نے اسے کتابی صورت میں شائع کر کے مفت تقسیم کرنے کیلئے فنڈ مہیا کر دیئے۔ مقالہ نگار اور تمام علماء حضرات کا پرویز صاحب پر بڑا الزام یہ ہے کہ وہ منکر حدیث ہیں۔ انہیں منکر حدیث مشہور کرنے میں جماعت اسلامی نے بڑا کردار ادا کیا ہے حالانکہ خود مودودی صاحب سب سے بڑے منکر حدیث ہیں۔ اس کی تفصیلات طلوع اسلام کے صفحات پر شائع ہو چکی ہیں اس کی کچھ جھلکیاں آئندہ سطور میں سامنے آئیں گی۔

پرویز صاحب کا حدیث شریف کے بارے میں بڑا واضح مسلک ہے کہ وہ قرآن مجید کی تعلیمات کے مطابق ہو۔ چنانچہ وہ ایسی سچی احادیث کو اپنی تحریروں میں پیش کرتے رہے ہیں۔ لیکن حیرت کی بات ہے ان سچی احادیث کو جن کی تائید موجودہ زمانے کی علمی تحقیق سے بھی ہوتی ہے۔ حدیث کے علمبردار تسلیم نہیں کرتے بلکہ انہیں جھٹلاتے ہیں اس کی تفصیلات بھی آئندہ سطور میں سامنے آجائیں گی۔ پہلے یہ بتانا مقصود ہے کہ حدیث کے بارے میں پرویز صاحب کا یہ مسلک کوئی نیا نہیں۔ سلف صالحین میں سے اکثر کا یہ مسلک رہا ہے۔ امام ابو حنیفہؒ کے ایسے ہی مسلک کی وجہ سے' امام بخاریؒ نے ان کے خلاف کفر کا فتویٰ دیا تھا۔ جس کی جھلک سابقہ سطور میں گزر چکی ہے۔ اصل میں ائمہ حدیث میں سے ایک امام دار قطنی' امام ابو حنیفہؒ کے عقیدت مند تھے۔ وہ امام بخاریؒ کے ہم عصر تھے جب امام بخاریؒ نے امام ابو حنیفہؒ پر کفر کا فتویٰ لگایا تھا' تو انہوں نے منبر پر کھڑے کھڑے بخاری شریف کی ڈیڑھ صد احادیث کو ضعیف قرار دے دیا۔

اس سے امام بخاریؒ کے عقیدت مندوں کو بڑی تکلیف ہوئی اور انہوں نے ان کے دفاع کی سرتوڑ کوشش کی۔ لیکن امام دار قطنی کے اعتراضات کا جواب نہ دے سکے۔ علامہ ابن حجر عسقلانی نے صحیح بخاری کی جو شرح چودہ جلدوں میں لکھی ہے اس کی پہلی جلد میں ان اعتراضات کا جواب دینے کی کوشش کی ہے لیکن وہ امام دار قطنی کے اٹھائے ہوئے اعتراضات کو رد نہ کر سکے۔

اب دیکھئے کہ جن احادیث کو پرویز صاحب قرآن مجید کی تفسیر قرار دیتے ہوئے سچے موتی قرار دیتے ہیں۔ حدیث کے علمبردار ان سچی احادیث کو جھٹلاتے ہیں۔ قرآن مجید کی سورہ الرحمٰن کی آیت نمبر دس میں یہ ارشاد ربانی ہے کہ زمین کو عام

انسانوں کے فائدے کے لئے بنایا گیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے اس ارشاد ربانی کی تشریح فرماتے ہوئے' زمین کا حقدار صرف اس شخص کو قرار دیا کہ جو اس میں محنت کر کے کاشت کرے۔ غیر حاضر زمینداری جسے عام طور پر فیوڈلزم کہا جاتا ہے۔ اسے آپؐ نے سود کی سب سے بڑی قسم قرار دیا۔ اس بارے میں احادیث سنن ابو داؤد کی کتاب المزارعت میں موجود ہیں جو مشہور صحابی حضرت جابرؓ بن عبداللہ اور حضرت رافعؓ بن خدیج نے روایت کی ہیں۔ ان احادیث کی تائید جدید زمانہ کی علمی تحقیق سے بھی ہوتی ہے۔ لارڈ کینز جو بہت بڑے ماہر معاشیات تسلیم کئے جاتے ہیں انہوں نے اپنی مشہور کتاب جنرل تھیوری کے صفحات 242 اور 343 پر واضح کیا ہے کہ قدیم زمانے میں زمین کا کرایہ یعنی غیر حاضر زمینداری ہی سود کی بڑی قسم تھی۔

پرویز صاحب ان احادیث کو سچے موتی قرار دیتے ہیں۔ جبکہ حدیث کے خود ساختہ علمبردار ان سچی احادیث کو جن کی موجودہ زمانہ کی علمی تحقیق سے بھی تائید ہوتی ہے' جھوٹا قرار دیتے ہیں۔ مودودی صاحب نے تو قرآن و حدیث کی ان سچی تعلیمات کو جھٹلانے کیلئے بدنام زمانہ کتاب "مسئلہ ملکیت زمین" تصنیف کی۔ جس میں انہوں نے زمین کی بے حد و حساب ملکیت کو اسلامی قرار دیا ہے۔ اس کتاب کو ملک کے بڑے بڑے غیر حاضر زمینداروں نے بڑی تعداد میں مفت تقسیم کیا۔ کچھ دوسرے علماء نے بھی ایسی ہی کتابیں تصنیف کر کے رسول اللہ ﷺ کی سچی احادیث کو جھٹلاتے ہوئے فیوڈلزم کو جائز قرار دے دیا۔ لطف کی بات تو یہ ہے کہ آج کل جماعت اسلامی کے امیر سمیت سب علماء فیوڈلزم کو ملک میں عام خرابیوں کی جڑ قرار دیتے ہیں۔ اس کے باوجود وہ کتابیں بھی ان کے لٹریچر کا حصہ ہیں جس میں اس برائی کو خالص اسلامی قرار دیا گیا ہے۔ اس بارے میں اگر وہ مخلص ہیں تو مودودی صاحب کی کتاب "مسئلہ ملکیت زمین" کو اکٹھا کر کے آگ لگا دیں' کیونکہ ابھی تک وہ فیوڈل لارڈز کا بہت بڑا سہارا ہے۔ پچھلے دنوں ملک کے سابق وزیر خزانہ جناب سرتاج عزیز نے مجلس کارکنان پاکستان کے سامنے نظریہ پاکستان پر تقریر کرتے ہوئے اسی حوالے سے زمین کی بے حد و حساب ملکیت کو عین اسلامی قرار دیا۔ افسوس ہے ان کارکنان میں سے کسی کو یہ علم بھی نہیں تھا کہ قائداعظمؒ نے اسے بہت بڑی برائی قرار دیا تھا اور اسے پاکستان میں جڑ سے اکھاڑ پھینکنے کا اعلان کیا تھا۔

پرویز صاحب کے خلاف ایک ہزار علماء کے فتویٰ کی حیثیت کو واضح کرنے کیلئے ان حضرات کے مبلغ علم کی طرف اشارہ کرنا ضروری ہے۔ جنرل ضیاء الحق نے 1979ء میں جب ملک میں زکوٰۃ اور عشر کے بارے میں آرڈیننس نافذ کیا تو ملک کے ان تمام علماء نے اسے خوش آمدید کہا۔ اس وقت کے جماعت اسلامی کے امیر میاں طفیل محمد صاحب نے تو اسے اسلامی نظام کے قیام کا سنگ میل قرار دیا۔ کسی ایک عالم دین نے اس کی مخالفت نہ کی۔ حالانکہ اس کا ایک ایک لفظ اسلامی تعلیمات کے خلاف ہے۔ اس آرڈیننس کے ذریعے نہ صرف یہ کہ غیر حاضر زمینداری کو جائز قرار دے دیا گیا۔ بلکہ بنک کے سود کو بھی اسلامی بنا لیا گیا۔ بنکوں سے زکوٰۃ کے نام پر کھاتہ داروں سے جو سود کی رقم کاٹی جاتی ہے۔ اس کی ایک بہت بڑی مقدار علماء حضرات کی جیبوں میں چلی جاتی ہے اس کا اندازہ اس امر سے لگایا جا سکتا ہے کہ حال ہی میں سابق وزیراعظم صاحب جب لاہور کے ایک مشہور دینی مدرسے میں گئے تو اس کی انتظامیہ کو پچاس لاکھ روپے کا چیک پیش کیا گیا۔ مولوی حضرات کو جو سود کی یہ رقم ملی تو ان کی حرص اور زیادہ بڑھ گئی اور انہوں نے اسے ناجائز طریقے سے حاصل کرنے کی کوششیں شروع کر دیں۔ حال ہی میں حکومت کی جانب سے ایک رپورٹ شائع کی گئی جس کے مطابق اس فنڈ سے جو زکوٰۃ کے نام پر بنک کے سود سے اکٹھا کیا جاتا ہے' سے 3704 دینی مدارس کی مالی امداد کی گئی لیکن بعد میں تحقیق سے معلوم ہوا کہ ان میں سے آدھے دینی مدارس جعلی تھے۔

ایسے علماء حضرات کا جو سود کو جائز قرار دے کر اسے

حاصل کرنے کیلئے ناجائز ذرائع استعمال کرنے سے بھی دریغ نہیں کرتے' پرویز صاحب پر ان کے فتویٰ کا الٹا اثر ہوتا گیا۔ ایک دوسرے اہم مسئلے کے بارے میں پرویز صاحب احادیث رسولؐ کو نہ صرف یہ کہ قرآن مجید کی تعلیمات کے عین مطابق قرار دیتے تھے بلکہ فرماتے تھے کہ ان پر عمل کرنے سے ہمارے ملک کی معاشی حالت سنبھل سکتی ہے۔ یہ مسئلہ عورتوں کا سونے کے زیورات استعمال کرنا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے مسلمان عورتوں کیلئے سونے کے زیورات حرام قرار دے دیئے تھے اور انہیں تلقین کی تھی کہ وہ صرف چاندی کے زیور استعمال کریں کہ تمام مسلمان عورتیں وہ آسانی سے حاصل کر سکتی ہیں۔ یہ احادیث سنن داؤد جو حدیث کی ایک مشہور کتاب اور صحاح ستہ کا ایک حصہ ہے' کے باب "ناجاء فی الذھب للنساء" میں موجود ہیں۔ جب علماء حضرات کے سامنے یہ احادیث پیش کی گئیں تو انہوں نے ان نصف درجن احادیث کو جھوٹا قرار دے دیا۔ جب اس بارے میں ان کے سامنے ائمہ حدیث کی وہ تحقیق پیش کی گئی جس میں انہوں نے ان احادیث کو سچا قرار دیا تھا تو صرف ایک اہل حدیث عالم دین جناب مولوی عبدالرشید انصاری صاحب جو سرفراز کالونی گوجرانوالہ کے رہنے والے ہیں' نے اخلاقی جرات دکھائی اور ان سچی احادیث کی مخالفت پر نہ صرف معذرت کی بلکہ اس کی تلافی کیلئے سونے کے زیورات کے حرام ہونے کے بارے میں ایک مستقل کتاب تصنیف کر کے وسیع پیمانے پر تقسیم کی۔ اگر ہمارے دوسرے علماء حضرات میں ایسی اخلاقی جرات ہو تو ہمارے بہت سے مسائل حل ہو سکتے ہیں۔

پرویز صاحب پر کفر کا فتویٰ لگانے والے ایک ہزار علماء نے کبھی ان احادیث نبوی کو عوام کے سامنے پیش نہیں کیا۔ آج سونے کے زیورات ملک میں رشوت اور بددیانتی کا بہت بڑا ذریعہ بن چکے ہیں اور ملک کے اربوں اور کھربوں روپے برباد ہو رہے ہیں۔ اگر ان حضرات میں تھوڑی سی ایمانی رمق بھی ہوتی تو وہ قوم کے سامنے ان صحیح احادیث کو کہ جنہیں پرویز صاحب سچے موتی قرار دیتے ہیں' پیش کر کے ملک کو تباہی سے بچاسکتے ہیں۔ یہ تو تھا ان حضرات کا طرز عمل' حدیث شریف کے بارے میں کہ سچی احادیث کو جھٹلا کر' جھوٹی احادیث کا سہارا لیتے ہیں۔ فقہ کے بارے میں ان کا طرز عمل اور بھی عجیب ہے۔ مثلاً امام ابو حنیفہؒ جن کی پیروی کا یہ دم بھرتے ہیں۔ انہوں نے یہ فتویٰ دیا تھا کہ بچے کی پیدائش پر عقیقہ کی رسم زمانہ جاہلیت سے تعلق رکھتی ہے جسے اسلام نے ختم کر دیا۔ بلکہ اس کے ساتھ ہی یہ فتویٰ دیا کہ نہ لڑکے کا عقیقہ کیا جائے اور نہ ہی لڑکی کا۔ (بدائع الصنائع جلد پنجم صفحہ 127) لیکن ملک کے کسی عالم دین نے جن میں پرویز صاحب پر فتویٰ لگانے والے ایک ہزار علماء بھی شامل ہیں ان کے اس فتویٰ کی عوام کو ہوا لگنے نہ دی۔ پرویز صاحب نے فرمایا کہ اس مسئلہ کا تعلق ان کے پیٹ سے ہے۔ اس لئے وہ بیچارے کیسے اسے عوام کے سامنے پیش کر سکتے ہیں۔ اگر وہ یہ مسئلہ عوام کو بتا دیں تو پھر گوشت اور جانوروں کی کھالیں کہاں سے حاصل کریں؟۔

پچھلی صدی میں جب اسلامی ممالک میں سگریٹ نوشی کا رواج ہوا تو تمام اسلامی ممالک کے جید علماء نے اسے حرام قرار دے دیا۔ جب جنرل ضیاء الحق کے سامنے یہ فتوے پیش کئے گئے تو انہوں نے سگریٹ نوشی ترک کر دی۔ ان سے کہا گیا کہ جب آپ اسے حرام سمجھتے ہیں تو پھر ملک میں اس پر پابندی کیوں نہیں لگا دیتے۔ انہوں نے جواب دیا کہ سگریٹ کمپنیاں بڑی طاقتور ہیں انہوں نے ان لوگوں کے منہ بند کر رکھے ہیں کہ جو اس کے حرام ہونے کے فتویٰ کو بیان کرتے۔ ان کا اشارہ ان مولوی صاحبان کی طرف ہی تھا۔ آج تک ان میں سے کسی نے تمام اسلامی ممالک کے اس فتویٰ کو پیش نہیں کیا۔ آج ملک عزیز میں اس حرام عادت پر اربوں نہیں' بلکہ کھربوں روپے برباد ہو رہے ہیں۔ سگریٹ نوشی ہیروئن کی عادت کا پہلا زینہ بن چکی ہے۔ لیکن ملک کے کسی عالم دین نے علماء کے اس متفقہ فتویٰ کا کبھی ذکر تک نہیں کیا۔ کیوں؟ قارئین خود سمجھ لیں۔

ان گزارشات کے بعد ہم مقالہ نگار کے دوسرے اہم الزامات کی طرف آتے ہیں۔ ان کے مقالے کے پہلے چھ الزامات یہ ہیں کہ پرویز صاحب رسول اللہ صلعم کو مرکز ملت قرار دیتے ہیں کہ جب تک آپؐ حیات تھے' انؐ کے بعد انؐ کے خلفاءؓ مرکز ملت تھے' اور ان کے بعد مسلمانوں کی مرکزی حکومت۔ آخر اس میں کون سی بات قرآن' حدیث کے خلاف ہے لیکن یہ حضرات پرویز صاحب کی ان عبارات سے یہ غلط نتیجہ اخذ کرتے ہیں کہ وہ پاکستان کی مرکزی حکومت کو مرکز ملت قرار دیتے تھے۔ اس سے بڑا کوئی جھوٹ نہیں ہو سکتا۔

یہ حضرات پرویز صاحب پر تو فتوے لگانے میں بڑی تیزی دکھاتے ہیں۔ لیکن ان کے اپنے علماء جو رسول اللہ صلعم' صحابہ کرامؓ اور ائمہ عظامؒ کی توہین کرتے ہیں۔ انہوں نے کبھی بھی اس کا نوٹس نہیں لیا۔ اختصار کو مدنظر رکھتے ہوئے صرف ایک مثال پیش کی جاتی ہے۔ سید مودودی اور ان کے ایک وقت کے نائب امین احسن اصلاحی صاحب' جنہیں جماعت اسلامی والے مودودی صاحب سے بھی بڑا عالم دین قرار دیتے تھے۔ دونوں نے اپنی قرآنی تفاسیر میں خاندانی منصوبہ بندی کو جائز قرار دینے والوں کو شیطان کے شاگرد قرار دیا ہے۔ اب دیکھئے کہ نہ صرف یہ کہ چاروں فقہی مذاہب کے بانی اسے جائز قرار دیتے ہیں۔ بلکہ امام ابو حنیفہؒ نے اس کے جواز کے لئے قرآن مجید سے استدلال کیا ہے اور ساتھ ہی یہ دعویٰ کیا کہ تمام اجل صحابہؓ اسے جائز قرار دیتے تھے۔ اس کے جواز کے بارے میں رسول اللہ صلعم کی پوری نو عدد احادیث ہیں جنہیں ائمہ حدیث نے سچا قرار دیا ہے اور ان کے حوالے سے انہوں نے خاندانی منصوبہ بندی کے جواز کے فتوے دیے۔ لیکن مودودی صاحب اور اصلاحی صاحب نے ان سب احادیث کو جھوٹا قرار دے کر اس کو جائز قرار دینے والے سب لوگوں کو شیطان کے شاگرد قرار دیا ہے۔ پرویز صاحب پر فتویٰ لگانے والے ایک ہزار علماء نے کبھی اس امر پر غور کیا ہے کہ مودودی صاحب اور اصلاحی صاحب کے اس طنز کے تیر کن عظیم ہستیوں کو مجروح کرتے ہیں؟ مقالہ نگار نے پرویز صاحب کے خلاف ایک اور سنگین الزام لگایا ہے کہ وہ جسمانی معراج کے قائل نہیں تھے' بلکہ اسے خواب کا واقعہ تسلیم کرتے ہیں۔ مقالہ نگار کے مطابق' ان کا صرف یہی سنگین جرم ان کے کفر کیلئے کافی ہے۔ ان کے ارشاد کے آخری الفاظ یہ ہیں کہ مجھے بتا تو سہی اور کافری کیا ہے؟ پرویز صاحب نے اس بارے میں قرآن مجید سے ہی استدلال کیا ہے کیونکہ قرآن مجید کی جس سورت کے شروع میں معراج شریف کا ذکر ہے اسی سورت کی آیت نمبر 60 میں خود قرآن مجید میں اسے خواب کا واقعہ قرار دیا گیا ہے۔ اس آیت کے الفاظ یہ ہیں **وما ارینک ریاک الذی ارینک الا فتنه الناس** کہ ہم نے آپ کو جو خواب دکھایا تھا وہ لوگوں کی آزمائش کا سبب بن گیا۔

یہ ٹھیک ہے کہ سلف صالحین کے درمیان اس واقعہ کی حقیقت کے بارے میں اختلاف رہا ہے۔ لیکن ان کی ایک کثیر تعداد اسے خواب کا واقعہ قرار دیتی ہے۔ اسے خواب قرار دینے والوں میں ام المومنین حضرت عائشہؓ حضرت امیر معاویہؓ اور دوسرے بہت سے صحابہ شامل ہیں۔ لیکن جاہل مقالہ نگار پرویز صاحب کو کافر ثابت کرنے کیلئے ان عظیم ہستیوں کو بھی کافر قرار دے رہا ہے! اللہ تعالیٰ ایسی جہالت سے بچائے۔

مقالہ نگار کی' مقام نبوت کو نہ سمجھنے کی وجہ سے ان کی جہالت کا اندازہ ہو گیا تھا۔ لیکن جھوٹے کو اس کے گھر تک پہنچانے کیلئے ان کی کچھ ایسی باتوں کا نوٹس بھی لیا گیا ہے کہ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ پرویز صاحب تو ان تمام احادیث کو جو قرآن مجید کی تعلیمات کے مطابق ہیں' سچے موتی تسلیم کرتے ہیں۔ لیکن احادیث کے یہ خود ساختہ علمبردار ان سچی احادیث کو جھٹلا کر جھوٹی احادیث کے حوالے سے سود جیسے حرام کو حلال قرار دیکر اس حرام میں سے اپنا حصہ حاصل کرتے ہیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

افتخار احمد ثاقب

سن دو ہزار

عنقریب نئی صدی کا آغاز ہو رہا ہے۔ یہ ہمیشہ سے ہے کہ نئے سال کا استقبال نئی امنگوں اور آرزوؤں کے ساتھ کیا جاتا ہے خوب خوشیاں منائی جاتی ہیں' بے تحاشا آتشبازی کی جاتی ہے' رنگا رنگ تقریبات کا اہتمام کیا جاتا ہے۔ ہر فرد' ہر قوم اور ہر ملک اپنے طور پر نئے سال کے لئے لائحہ عمل تیار کرتا ہے۔ گزرے ہوئے برس کی ناکامیوں کو کامیابی میں بدلنے کے لیے منصوبہ بندی کی جاتی ہے' ممکنہ قدرتی آفات کے سدباب کے لئے اقدامات پر غور و خوض کیا جاتا ہے' معاشی حالات کو بہتر بنانے کے لئے تجاویز پیش کی جاتی ہیں' سیاسی دشواریوں اور جنگی نقصانات کے امکانات کا تجزیہ کیا جاتا ہے تاکہ نئے سال میں انسانی فلاح و بہبود کے لئے بہتر سے بہتر اقدامات کئے جا سکیں۔ غرضیکہ انسان ماضی کی غلطیوں سے سبق حاصل کرتے ہوئے اپنی صلاحیتوں کو بہتر بنانے کا فیصلہ کرتا ہے۔ مگر۔۔۔

سن دو ہزار کے بارے میں صورتحال بڑی عجیب و غریب واقع ہوئی ہے لوگوں کا جوش و خروش بڑی حد تک غیر معمولی ہے۔ طرح طرح کی باتیں سننے میں آرہی ہیں۔ کچھ مذہبی لوگوں کا خیال ہے کہ سن دو ہزار میں قیامت برپا ہونے والی ہے۔ خصوصی طور پر عیسائی پادریوں کے خیال میں.... خدائے عظیم کا یہ معمول رہا ہے کہ ہر پانچ چھ سو سال بعد ایک نبی مبعوث کیا جائے لیکن حضرت عیسیٰؑ کے دو ہزار سال بعد بھی کوئی نبی نہیں آیا جبکہ بائبل میں ایک نبی کی آمد کی خبر موجود ہے۔ اس سے پادریوں نے یہ مطلب نکالا ہے کہ خدا انسانوں سے ناراض ہے اور سن دو ہزار میں یہ دنیا ختم ہونے والی ہے اس وجہ سے بہت سے عیسائی یروشلم جا کر عبادات میں مصروف ہو گئے ہیں۔ سرمایہ داروں کو اپنی دولت کی فکر ہے وہ بینکوں سے دھڑا دھڑ اپنا پیسہ نکال کر گھروں میں رکھ رہے ہیں کیونکہ خطرہ ہے کہ کمپیوٹر سن دو ہزار میں کام کرنا بند کر دیں گے۔ جاپانیوں نے ہزاروں ملین ڈالر کا منصوبہ تیار کیا ہے کہ 2020ء میں مریخ پر انسانوں کی پہلی کالونی تعمیر کی جا سکے۔ امریکہ کی ایک کمپنی نے کئی ملین ڈالر کا بجٹ بنایا ہے تاکہ خلا میں ایک ہوٹل تعمیر کیا جا سکے اور ایسی خلائی پرواز چلائی جا سکے جس پر خلابازوں کے علاوہ بھی لوگ خلائی سفر کا لطف اٹھا سکیں اور مزے کی بات یہ ہے کہ پہلی فلائٹ ابھی سے مکمل بک ہو چکی ہے۔ یاد رہے کہ خلائی ٹکٹ کی قیمت پانچ لاکھ ڈالر ہے۔ دو ہزار سن کی خوشی میں ہزاروں ملین ڈالر کی آتشبازی کی جائے گی جبکہ اسی لمحے دنیا کے ایک حصے میں کتنے ہی لوگ بھوک اور سردی کی وجہ سے لقمہ اجل بنیں گے۔ سائنس دانوں نے اعلان کیا ہے کہ اگلی صدی میں جین ٹیکنالوجی کے ذریعے انسانوں کی کلوننگ بھی کی جا سکے گی یعنی کہ انسانوں کے ہم مثل پتلے بھی تیار کئے جا سکیں گے اور انسانی اعضاء مردہ انسانوں سے ڈونیشن کے طور پر لینے کی حاجت نہیں رہے گی کیونکہ اب یہ لیبارٹری میں مصنوعی طور پر تیار کئے جا سکیں گے۔ غرضیکہ دنیا کے اس نقار خانے میں بھانت بھانت کی بولیاں بولی جا رہی ہیں۔

ہم چونکہ مسلمان ہیں اس لئے آیئے دیکھتے ہیں کہ خدائے عزوجل اپنی کتاب قرآن مجید میں کس طرح ہماری راہنمائی فرماتا ہے۔ جہاں تک قیامت کے برپا ہونے کا تعلق ہے تو

قرآن پاک میں یوم القیامہ کا جو ذکر آیا ہے اس کی تفسیر دو طرح سے کی جاتی ہے ایک یہ کہ وہ دن جب خدائے کریم کا نظام ربوبیت تمام دنیا میں مکمل طور پر عملی شکل میں قائم ہوجائے اور دوسرے یہ کہ وہ دن جب قیامت برپا ہو گی' دنیا فنا ہو جائے گی اور میدان حشر میں سب خدائے ذوالجلال کی عدالت میں پیش ہونگے۔

آج دنیا کے چاروں طرف نظر دوڑائیں تو پتہ چلتا ہے کہ رب رحیم کا عطا کردہ نظام کہیں بھی اپنی اصل شکل میں عملی طور پر نافذ نہیں ہے۔ اگرچہ دنیا کے نقشے پر بہت سے ملک موجود ہیں جہاں پر اکثر آبادی مسلمانوں کی ہے مگر کسی ملک میں بھی اسلام عملی شکل میں موجود نہیں۔ آج سے چودہ سو سال پہلے دنیا نے یہ عجیب و غریب نظارہ دیکھا جب عرب کی سرزمین پر رب العالمین کے عطا کردہ نظام ربوبیت کا عملی طور پر نفاذ ہوا اور ایسا فلاحی معاشرہ عمل میں آیا کہ انسانی دنیا انگشت بدنداں رہ گئی۔ اسی منزل کو پانے کے لئے انسانیت ابھی تک ٹھوکریں کھاتی پھر رہی ہے۔ مسلمان' جنہوں نے اس شاندار نظام کو دوسرے انسانوں تک پہنچانا تھا تاکہ پوری انسانیت خدا کی اس رحمت سے مستفید ہو سکے' خود ہی اس کو چھوڑ بیٹھے اور اسلام عملی طور پر موجود نہ رہا بلکہ صرف ظاہری عبادات تک محدود ہو کر رہ گیا۔ لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ اب خدا کا یہ عظیم نظام اس قابل نہیں ہے کہ اس کو آج کے دور میں عملی طور پر نافذ نہ کیا جا سکے۔ نہیں! یہ بات نہیں بلکہ یہ تو قیامت تک کے لئے ہے اور رب العزت کا وعدہ ہے کہ قیامت سے پہلے یہ پوری دنیا پر عملی طور پر نافذ ہو کر رہے گا اس میں آج بھی وہی آب و تاب ہے جو آج سے چودہ سو سال پہلے تھی یہ تو خدائے کریم کی رحمت ہے اسی میں پوری انسانیت کی فلاح ہے اور اسی میں انسانوں کی تمام پریشانیوں کا مداوا ہے۔

ارشاد باری ہے "**سبح لله ما فی السموت والارض۔**" (57:1)- کائنات کی ہر چیز خدا کے پروگرام اور احکامات کی تکمیل کے لئے انتہائی شدت کے ساتھ سرگرم عمل ہے۔ اور خداوند کریم چاہتا ہے کہ کائنات کی دوسری چیزوں کی طرح انسانوں کو بھی چاہئے کہ وہ صرف اور صرف خدا کے دیئے ہوئے احکامات پر عمل کریں کیونکہ اسی میں پوری انسانیت کی فلاح ہے۔ قرآن کریم میں ہے "**و یمح الله الباطل و یحق الحق بکلمته۔**" (42:24)- یعنی خدا اپنے قوانین کے زور سے باطل کو محو اور حق کو محکم اور استوار کیئے جاتا ہے" سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ خدا کا یہ نظام ہی کیوں ضروری ہے اور یہ دوسرے نظاموں پر کیوں غالب آکر رہے گا۔ تو ارشاد ہے "**و اما ما ینفع الناس فیمکث فی الارض۔** (13:17) یعنی وہی نظریہ زندگی' وہی مسلک حیات قائم رہ سکتا ہے جو تمام نوع انسانی کی منفعت کا موجب ہو" ایک اور جگہ فرمایا "**ھو الذی ارسل رسوله بالھدی و دین الحق لیظھره علی الدین کله۔ ولو کره المشرکون۔** (9:33) یعنی خدا نے اپنے رسول کو صحیح منزل کی طرف رہنمائی دے کر بھیجا ہے یعنی ایسا نظام زندگی دے کر جو حق پر مبنی ہے۔ یہ نظام دنیا کے ہر نظام پر غالب آکر رہے گا خواہ منکرین کے دلوں پر یہ بات کتنی ہی ناگوار کیوں نہ گزرے" مزید ارشاد ہے کہ "کیا یہ لوگ اس حقیقت پر غور نہیں کرتے کہ ہم کس طرح زمین کے رقبوں کو جاگیرداروں کی ملکیت سے کم کرتے جارہے ہیں اور یہ سب خدا کے قانون کے مطابق ہو رہا ہے جسے کوئی پلٹا نہیں سکتا۔ وہ بہت جلد حساب کر دیتا ہے مگر اس کا ایک ایک دن تمہارے حساب سے ایک ایک ہزار سال کا ہوتا ہے"۔

آج ہم دیکھ رہے ہیں کہ انسانیت کس طرح خدا کے اس نظام کی طرف آہستہ آہستہ قدم بڑھا رہی ہے اگرچہ ان جانے میں ہی سہی۔ انسان کی یہ عادت رہی ہے کہ وہ نت نئے تجربات کرتا ہے بے شمار مشکلات و مصائب کا سامنا کرتا ہے بے اندازہ نقصانات اٹھاتا ہے اور بالآخر اس نتیجے پر پہنچتا ہے کہ یہ نظام بہتر نہیں تھا۔ انسان نے ملوکیت' مغربی جمہوریت اور سوشلزم جیسے انسان کے اپنے بنائے ہوئے نظام ہائے زندگی کے تجربات کر کے دیکھ لئے مگر انسان کی مشکلات کا حل نہ مل سکا۔

انسانوں کے خود ساختہ نظام اور خدا کے عطا کردہ نظام میں یہی تو فرق ہے کہ انسانی نظام خامیوں سے لبریز اور نامکمل ہے جبکہ نظام ربوبیت ہر خامی سے بالاتر اور ہر لحاظ سے مکمل ہے اور آثار ہیں کہ یہ نئی صدی اس نظام حق کے قیام کی صدی ہے۔ ایک امریکی اخبار کے مطابق سن 2025 میں دنیا میں ہر تیسرا شخص مسلمان ہو گا۔ امریکہ اور یورپ میں اسلام کے خلاف بھرپور پروپیگنڈے کے باوجود اسلام تیزی سے پھیل رہا ہے اور خدائے عظیم کا وعدہ سچ ہونے والا ہے کہ خدا کا نظام ربوبیت سب پر غالب آنے والا ہے۔ ایسے وقت میں اگر پاکستان کے مسلمانوں نے خدا کے اس نظام ربوبیت کو عملی شکل میں دنیا کے سامنے پیش کر دیا تو پاکستانی قوم کے لئے اس سے بڑھ کر اور کوئی فضیلت نہیں ہو گی اور پوری دنیا کی امامت پاکستان کے سر ہو گی۔

اس لئے آؤ مسلمانو! اس نئی صدی کا آغاز اپنے طریقے سے کریں اور خدا کے پیش کردہ نظام کو نافذ کرنے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگانے کا عہد کریں۔ پوری دنیا کی امامت آپ کی منتظر ہے بس قدم اٹھانے کی دیر ہے۔

سبق پڑھ پھر صداقت کا شجاعت کا عدالت کا
لیا جائے گا تجھ سے کام دنیا کی امامت کا

☆☆☆☆☆☆☆☆☆

For All Publications of Allama Parwez
and recorded lectures on Quran
Please contact:
TOLU-E-ISLAM TRUST
25-B,Gulberg 2 Lahore-Pakistan.
Current Account No-
4107-35
Main Gulberg Branch
Habib Bank Limited
Lahore
Phone: 5753666 - 5764484
Fax: 092-42-5764484
Email: trust@toluislam.com
Internet: http://www.toluislam.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

احمد خان

سسکتی دم توڑتی انسانیت

آج کا انسان بلا شبہ مادی ترقی کی معراج پر پہنچ چکا ہے لیکن افسوس کہ زندگی کے مختلف شعبوں میں اپنی تمام تر محیرالعقول ترقی کے باوجود انسان اپنے سب سے بڑے اور بنیادی مسئلے یعنی حیات انسانی کے نشوونما کے لیے قدرت کی طرف سے پیدا کردہ اسباب و ذرائع کی منصفانہ و عادلانہ تقسیم کے سلسلے میں کوئی ترقی یافتہ نظریہ پیش نہیں کر سکا' جس سے غربت و افلاس اور اس کے نتیجے میں پیدا ہونے والی بھوک انسان کا بنیادی مسئلہ بن چکی ہے اور اس مسئلے کے حل کی کوششوں میں وہ دوسرے انسانوں سے دور ہوتا جا رہا ہے۔ روٹی کا مسئلہ روز اول سے ہی اولاد آدم کا بنیادی مسئلہ رہا ہے۔ دنیا میں رونما ہونے والی تمام تر سماجی' مذہبی و تہذیبی تبدیلیوں کے پیچھے صرف ایک ہی محرک کارفرما نظر آتا ہے اور وہ ہے بھوک' آج دنیا کی ساتویں ایٹمی طاقت "اسلامی جمہوریہ پاکستان" میں لاکھوں ایسے لوگ موجود ہیں جنہیں پیٹ بھر کر دو وقت کی روٹی بھی میسر نہیں۔ لاکھوں معصوم بچے جن کے ہاتھوں میں کھلونے اور قلم ہونے چاہئیں اپنے ننھے منے ہاتھوں میں کدالیں اٹھائے اپنے پیٹ کا جہنم بھرنے کے لیے وقت کی بے رحم ساعتوں سے نبرد آزما ہیں۔ ایک حدیث کے مطابق جس بستی میں کوئی شخص رات کو بھوکا سو جاتا ہے اللہ تعالیٰ اس بستی کی حفاظت پر مامور اپنے رحمت کے فرشتوں کو واپس بلا لیتا ہے۔

افسوس کہ وطن عزیز کی کسی ایک بستی میں ہی نہیں بلکہ ہر شہر میں بے شمار ایسے لوگ موجود ہیں جنہیں اس فرعونی نظام کی عطا کردہ غربت کی وجہ سے اکثر رات کو بھوکا ہی سونا پڑتا ہے۔

ارشاد ربانی ہے "ان کے مال میں سائل اور محروم کا حق ہے" لیکن کیا ہم نے حق داروں کو ان کا حق لوٹانے کی کبھی کوشش کی۔ افسوس کہ آج ہمارے معاشرے کا ہر فرد دوسرے کے خون سے فربہ نظر آتا ہے۔ ہم اپنے نفس کی تاریک غلام گردشوں میں بھٹکتے بھٹکتے ذلت و پستی کی اتھاہ گہرائیوں میں ڈوب چکے ہیں۔ بظاہر تو ہم خوش لباس بھی ہیں خوش خوراک بھی اور دنیا داری کے تقاضوں کو نبھانے کی خاطر ہم نے اپنے اوپر خوش گفتاری کا خول بھی چڑھا رکھا ہے لیکن افسوس کہ ہماری روحیں اطمینان و سکون کی لذت سے ناآشنا ہیں اور اس کی وجہ یہ ہے کہ ہم اپنی روحوں کو اپنی ذاتی اغراض کی بھینٹ چڑھا کر انہیں نفس کا غلام بنا کر زمانے کی آلائشوں سے آلودہ کرتے چلے جا رہے ہیں۔ ہم تن کی دنیا کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے اپنے جسم کی آسودگی کا تو ہر ممکن سامان کرتے ہیں لیکن افسوس کہ ہم من کی دنیا کی طرف سے آنے والی آوازوں پر کان دھرنے کو تیار نہیں ہیں جس کی وجہ سے ہم بحیثیت قوم کئی طرح کے سماجی تہذیبی اور معاشی سرطانوں کا شکار ہوتے چلے جا رہے ہیں۔ ہماری ہر حکومت غربت کو جڑ سے اکھاڑ پھینکنے کا نعرہ لے کر اقتدار میں آتی ہے لیکن افسوس کہ ہمارے حکمران اگر غریبوں کے حقوق کی بات کرتے ہیں تو فائیو سٹار ہوٹلوں کے آراستہ و پیراستہ ہوٹلوں میں بیٹھ کر اور اگر انہوں نے غریب کاشتکار کے مسائل پر بات کرنی ہو تو اس کے لیے بھی وہ جمخانہ کلب کے یخ بستہ و خوبصورت ہال کا ہی انتخاب

کرتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ہماری تمام تر حکومتیں غربت کو مٹانے کی کوششوں کے پس پردہ غریب کو ہی ختم کرنے کی کوششوں میں مصروف دکھائی دیتی رہی ہیں۔ یاد رکھئے کہ غربت صرف اسی صورت میں ختم ہو سکتی ہے جب ہم فائیو سٹار ہوٹلوں میں تقریریں کرنے کی بجائے کچی آبادیوں کی تنگ و تاریک گلیوں میں جا کر عملی طور پر غریبوں کے دکھوں کا مداوا کرنے کی کوشش کریں۔ خالی نعروں سے ان کا پیٹ بھرنے کی بجائے مستقل بنیادوں پر ان کے لیے باعزت روزگار کا بندوبست کریں۔ کیا ہم نے کبھی یہ سوچنے کی زحمت گوارا کی کہ روزانہ کی اجرت پر کام کرنے والا محنت کش طبقہ کن مصائب و مشکلات کا شکار ہے۔ کیا ہم نے کبھی یہ جاننے کی کوشش کی کہ موسموں کی شدت یا کسی اور وجہ سے مزدوری نہ ملنے کے باعث ان محنت کشوں کے گھروں میں اس دن چولہا بھی جلتا ہے یا نہیں۔ کیا ہم نے کبھی ان محنت کشوں کے بھوک سے بلکتے معصوم بچوں کی چیخ پکار سننے کی زحمت گوارا کی۔ راقم کی طرف سے کئے گئے سروے کے مطابق اس وقت لاہور میں تقریباً 50 پچاس کے لگ بھگ چھوٹے بڑے اڈے موجود ہیں جہاں تقریباً کل آٹھ دس ہزار محنت کش مزدوری کی تلاش میں کھڑے ہوتے ہیں۔ ان میں سے تقریباً 20 فیصد کو مزدوری مل جاتی ہے اور باقی 80 فیصد کو مایوس خالی ہاتھ گھروں کو لوٹنا پڑتا ہے۔

گذشتہ دنوں راقم کو ایسے ہی چند محنت کشوں سے ملنے کا اتفاق ہوا۔ ان میں سے ایک 55 سالہ محنت کش جان محمد کا تعلق باجوڑ ایجنسی سے ہے اس کے بقول اسے دو ہفتوں سے مزدوری نہیں مل سکی جس کی وجہ سے نوبت فاقوں تک آچکی ہے۔ اس نے کہا کہ حکومت کو چاہئے کہ وہ تمام غریبوں کو سمندر میں پھینک دے تاکہ وہ ہر روز مرنے کی بجائے ایک ہی بار مر جائیں۔

ایک اور محنت کش فلک شیر کا تعلق ضلع جھنگ سے ہے اس کے 5 بچے ہیں دو جوان بیٹیاں ٹانگوں سے معذور ہیں یہ محنت مزدوری کے باوجود ان کے علاج سے قاصر ہے۔ یوحنا آباد کے رہائشی یعقوب مسیح نے بتایا کہ بمشکل مہینے میں دس دن کام ملتا ہے۔ ایک مڈل پاس مزدور امجد علی نے بتایا کہ اسے مسلسل چار دن سے کام نہیں ملا جس کی وجہ سے وہ فاقہ کشی پر مجبور ہے۔

ایک محنت کش بشیر نے بتایا کہ وہ گذشتہ کئی دنوں سے سود پر کسی سے قرض لے کر اپنے بچوں کے لیے دال روٹی کا انتظام کر رہا ہے۔ اس نے بتایا کہ کل شام مزدوری نہ ملنے کی وجہ سے ہمارے ایک ساتھی محنت کش کا سڑک کے کنارے بیٹھے بیٹھے ڈیپریشن کی وجہ سے انتقال ہو گیا لیکن کسی نے تعزیت کے دو الفاظ کہنے کی زحمت گوارا نہیں کی۔ مزدوروں کی اکثریت نے بتایا کہ جس دن انہیں مزدوری نہیں ملتی اس دن ان کے پاس گھر واپس جانے کے لیے ویگن کا کرایہ تک نہیں ہوتا۔ جس کی وجہ سے وہ میلوں پیدل سفر کر کے گھر واپس جاتے ہیں۔

افسوس کہ یہ صورتحال ایک ایسے ملک کی ہے جہاں کے حکمران خلافت راشدہ کے دور کو واپس لانے کا وعدہ کر کے اقتدار میں آتے ہیں لیکن وہ اقتدار کی چکا چوند میں شاید اپنی آنکھیں خیرہ کر لیتے ہیں۔ جبھی تو انہیں وہ خلیفہؓ یاد نہیں رہتا جو اپنی سلطنت میں ایک کتے کے پیاسا رہ جانے کے خوف سے لرزاں رہتا تھا۔ جس کی راتیں عوام کی بہتری کے لیے منصوبے تیار کرتے اور دن ان منصوبوں پر عمل کرتے بسر ہوا کرتے تھے۔

میں اپنے موجودہ حکمرانوں سے التماس کرتا ہوں کہ خدارا ان محنت کشوں کے لیے کوئی ایسا قابل عمل منصوبہ تیار کریں جس کے ذریعے اس بات کو یقینی بنایا جائے کہ مزدوری نہ ملنے کے باوجود انہیں خالی پیٹ نہ سونا پڑے۔ ورنہ یہ بات یاد رہے کہ ایک بھوکے پیٹ میں جوہری بم کی سی طاقت ہوتی ہے جو آن واحد میں قیصر و کسریٰ کے محلات کو بھی روئی کے گالوں کی طرح اڑا کر رکھ سکتی ہے۔ ایک غریب کی آہ میں وہ تڑپ ہوتی ہے جو عرش کو ہلا کر رکھ دیتی ہے اور ایک بے کس و بے بس کی آنکھ سے ٹپکا ایک آنسو محض پانی کا ایک قطرہ ہی نہیں ہوتا بلکہ وہ کسی بہت بڑے سیلاب کا نکتہ آغاز بھی ثابت ہو سکتا ہے جو زمانے بھر کے فرعونوں کو ان کے لاؤ لشکر سمیت وقت کے سمندر کی اتھاہ گہرائیوں میں غرق کر سکتا ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فکر
وکاڑہ

کیا فرقہ پرستی اسلام میں جائز ہے؟

یہ وہ تلخ سوال ہے جس کا جواب آج دنیا کا کوئی مذہبی عالم، کوئی سکالر، صحیح طور پر نہیں دیتا۔ اگر کوئی لب کشائی کرتا بھی ہے تو یہ کہتا ہے کہ سبھی فرقے باطل ہیں اور صرف ایک مسلک درست ہے۔ سوال یہ ہے کہ کیا اسلام میں اتنی گنجائش رکھی گئی ہے کہ ہم اپنی مرضی سے فرقے بنا سکیں یا اپنی مرضی اور مفاد کی خاطر تحریکیں چلا سکیں۔ اسلام کے نام پر لوگوں کو مختلف گروہوں میں تقسیم کر دیں۔ اس سوال کو الجھا دیا گیا ہے۔ اس سوال کا صحیح جواب ہمیں قرآن سے مل سکتا ہے۔ جس کی صحت پر کسی مسلمان کو کوئی شک و شبہ نہیں۔

قرآن جو کہ ہمارے مسائل کا واحد حل ہے۔ ہماری اس معاملے میں بھی صحیح رہنمائی کرتا ہے۔ لیکن اس کے لئے شرط یہ ہے کہ ہم قرآن کو کتابِ ہدایت مانیں اور اس پر عمل کریں۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔

إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ (الحجرات 10)

مومن تو ایک دوسرے کے بھائی ہیں۔

قرآن نے بھائی کہہ کر ہر طرح کے اختلافات کی نفی کر دی اور آپس میں محبت کا درس دیا۔ ایک اور جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وَأَلَّفَ بَيْنَ قُلُوبِهِمْ ط لَوْ أَنْفَقْتَ مَا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا مَا أَلَّفْتَ بَيْنَ قُلُوبِهِمْ وَلَٰكِنَّ اللَّهَ أَلَّفَ بَيْنَهُمْ ط
(الانفال 63)

(وہی تو ہے) جس نے مومنوں کے دل ایک دوسرے کے ساتھ جوڑ دیئے تم روئے زمین کی ساری دولت بھی اگر خرچ کر ڈالتے تو ان لوگوں کے دلوں کو نہ جوڑ سکتے تھے مگر وہ اللہ ہے جس نے ان لوگوں کے دل جوڑ دیئے۔ یعنی مومن ہونے کی شرط ہے کہ اس کا دل اپنے مومن بھائی سے جدا نہ ہو، ایک دوسرے کے خلاف دل میں نفرت نہ ہو بلکہ محبت اور الفت کا جذبہ ہونا چاہئے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ حَقَّ تُقَاتِهِ وَلَا تَمُوتُنَّ إِلَّا وَأَنْتُمْ مُسْلِمُونَ ○ (آل عمرن 102)

اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو جیسا کہ اس سے ڈرنے کا حق ہے اور تمہیں مسلمان ہونے کی حالت میں ہی موت آئے۔

یہاں پر اللہ تعالیٰ نے اسلام کے ماننے والوں کا نام مسلم تجویز کیا ہے اور مرتے دم تک مسلمان رہنے کی تلقین کی ہے۔ کسی فرقے یا گروہ کا لفظ استعمال نہیں کیا۔ اس سے اگلی آیت مبارکہ ہے۔

وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللَّهِ جَمِيعًا وَلَا تَفَرَّقُوا ص وَاذْكُرُوا نِعْمَتَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ إِذْ كُنْتُمْ أَعْدَاءً فَأَلَّفَ بَيْنَ قُلُوبِكُمْ فَأَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهِ إِخْوَانًا ج وَكُنْتُمْ عَلَىٰ شَفَا حُفْرَةٍ مِنَ النَّارِ فَأَنْقَذَكُمْ مِنْهَا ط كَذَٰلِكَ يُبَيِّنُ اللَّهُ لَكُمْ آيَاتِهِ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ ○ (آل عمران 103)

(اور تم سب مل کر اللہ کی رسی مضبوطی سے پکڑ لو اور تفرقے میں نہ پڑو اور اللہ کے اس احسان کو یاد کرو جو اس نے تم پر کیا جب تم ایک دوسرے کے دشمن تھے۔ پھر اس نے تمہارے دلوں کو جوڑ دیا پھر تم اس کے فضل سے بھائی بھائی بن گئے اور تم آگ کے گڑھے کے کنارے پر تھے تو اس نے تمہیں اس

سے بچا لیا۔ اسی طرح اللہ تمہارے لئے اپنی نشانیاں بیان کرتا ہے تاکہ تم سیدھا راستہ پا لو)۔

اللہ نے کتنا واضح ارشاد فرمایا کہ تم برباد ہونے والے تھے آگ میں جانے والے تھے اگر اللہ تمہیں نہ بچاتا تو تمہارا انجام آگ تھا۔ یہ اس خدا کا فضل ہے جس نے تمہیں آگ سے بچا لیا۔ اس آیت میں اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا کہ اللہ کی رسی (قرآن مجید) کو پکڑ لو اس میں تمہارا بھلا ہے اور گروہ بندیوں سے باز آجاؤ ورنہ اس کا انجام بہت بھیانک ہو گا۔ اور احکام خداوندی کا ذرا سا بھی احساس ہو تو یہ آیت کریمہ ہی سمجھانے کے لئے اور سمجھنے کے لئے کافی ہے اور یہی آیت مبارکہ پڑھ کر ہمیں فرقہ پرستی سے توبہ کر لینی چاہئے ارشاد خداوندی ہے۔

وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ تَفَرَّقُوا وَاخْتَلَفُوا مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَهُمُ الْبَيِّنَاتُ ۚ وَأُولَٰئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ

(آل عمران 105)

(اور ان لوگوں کی طرح نہ ہو جانا جنہوں نے تفرقہ کیا اور واضح ہدایات آجانے کے بعد بھی اختلاف کیا اور یہی وہ لوگ ہیں جن کے لئے بڑا عذاب ہے)۔

قرآن کی اس آیت سے واضح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرقہ پرستوں کے لئے عذاب تیار کر رکھا ہے۔ کیا ہمارے گروہ اور فرقے اس آیت کا انکار نہیں کر رہے؟ ہم نے مسلمانوں کی مجموعی قوت کو پارہ پارہ کر رکھا ہے۔ کیا قرآن صرف چومنے کے لئے آیا ہے عمل کرنے کے لئے نہیں آیا؟

ایک اور جگہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

إِنَّ الَّذِينَ فَرَّقُوا دِينَهُمْ وَكَانُوا شِيَعًا لَّسْتَ مِنْهُمْ فِي شَيْءٍ (الانعام 159)

(یعنی جن لوگوں نے اپنے دین میں تفرقہ ڈالا اور گروہ بن گئے ان سے تمہارا کچھ واسطہ نہیں۔)

جس قوم میں نااتفاقی پیدا ہو جاتی ہے وہ کمزوری کا شکار ہو کر ذلیل و خوار ہو جاتی ہے اس لئے ایک مسلمان کو دوسرے مسلمان کے ساتھ بگاڑ پیدا کرنے کے مہلک اثرات سے یہ کہہ کر خبردار کیا گیا کہ

وَلَا تَنَازَعُوا فَتَفْشَلُوا وَتَذْهَبَ رِيحُكُمْ (الانفال 46)

(آپس میں جھگڑو نہیں ورنہ تمہارے اندر کمزوری پیدا ہو جائیگی اور تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی۔)

قرآن نے ایک اصول پیش کر دیا کہ آپس میں لڑائی جھگڑا مت کرو اور اختلافات کو ہوا مت دو اور اگر ایسا کرو گے تو اس کا رزلٹ بھی بتا دیا کہ تم کمزور یعنی مغلوب ہو جاؤ گے اور تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی۔ آج ہر شخص یہ تو کہتا ہے کہ مسلمان مغلوب ہے، مسلمانوں کو مار پڑ رہی ہے لیکن قرآن کے اس سنہری اصول پر عمل نہیں کرتے کہ آپس میں اتحاد کر لیں اور پھر اللہ کے راستے میں جہاد کریں کیونکہ اتحاد کے بغیر جہاد بھی نہیں ہوتا۔ رسول اکرم ﷺ کا کیا طریقہ تھا۔ ارشاد خداوندی ہے۔

"تمہارے لئے رسول اللہ ﷺ کی زندگی میں بہترین نمونہ ہے"۔

آیئے ہم اپنے مسئلے کا حل رسول اللہ ﷺ کی زندگی سے پوچھتے ہیں۔ حضور اکرم ﷺ کی سیرت کا مطالعہ کیجئے آپؐ نے لوگوں کو اتحاد کا درس دیا اور فرقہ پرستی سے روکا اور لوگوں کو ایک دوسرے کا بھائی بھائی بنا دیا۔ تاریخ ایسی مثال پیش کرنے سے قاصر ہے۔

آپؐ نے مسجد ضرار کو بھی اس لئے آگ لگوا دی تھی کہ وہ مسجد مسلمانوں کی اتحادی قوت کو کمزور کرنے کے لئے بنائی گئی تھی۔

اکثر لوگ بلکہ سارے فرقے ہی فرقہ پرستی کے جواز میں ایک حدیث پیش کرتے ہیں۔

(یہود اکہتر فرقوں میں تقسیم ہوئے اور نصاریٰ بہتر فرقوں میں بٹ گئے اور یہ امت تہتر فرقوں میں منقسم ہو جائیگی سب کے سب دوزخی ہوں گے سوائے ایک کے۔ صحابہ نے عرض کیا۔ وہ کون سا فرقہ ہو گا؟ اے اللہ کے رسول! آپ ﷺ نے فرمایا وہ

جو میرے اور میرے صحابہ کے طریقے پر ہو گا۔)

ادنیٰ سی عقل رکھنے والا شخص بھی آسانی سے سمجھ جاتا ہے کہ اس حدیث مبارکہ میں فرقے بنانے کا نہیں بلکہ فرقوں کے متعلق پیشین گوئی کی گئی ہے۔ جیسے ایک باپ اپنے بیٹوں سے کہتا ہے کہ میرے مرنے کے بعد تم ایک دوسرے سے جھگڑا کرو گے' ایک دوسرے سے اختلاف کرو گے۔ تو کیا کوئی صاحب عقل اس بات سے یہ اندازہ لگا سکتا ہے کہ باپ لڑکوں کو اختلاف کرنے کا حکم دے رہا ہے اور کہہ رہا ہے کہ میرے مرنے کے بعد ایک دوسرے کی داڑھی نوچتے رہنا۔

یہاں پر لمبی چوڑی بحث کی ضرورت نہیں صرف ایک بات عرض کرتا ہوں۔ کیا رسول اللہ ﷺ قرآن کے خلاف احکام دے سکتے تھے؟ یعنی ایک چیز سے قرآن روک رہا ہو اور رسول اللہ ﷺ اس کا حکم دے رہے ہوں (معاذ اللہ) یہ ہو ہی نہیں سکتا کہ رسول اللہ ﷺ قرآن کے خلاف ایک لفظ بھی کہتے۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے کہا تھا کہ اختلاف میری امت میں رحمت ہو گا۔ (معاذ اللہ) یہ فرمان رسول نہیں ہو سکتا کیونکہ رسول اللہ ﷺ قرآن کے خلاف نہیں تھے۔ کیا یہ رسول اللہ کی شان میں کھلی گستاخی نہیں؟ یوں تو جب قرآن سے فرقہ پرستی کی ممانعت ثابت ہو گئی۔ حدیث لکھنے کی ضرورت نہیں لیکن پھر بھی چند احادیث پیش کی جاتی ہیں۔

(ابو موسیٰ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص ہم پر ہتھیار اٹھاوے وہ ہم میں سے نہیں ہے۔) (مسلم شریف جلد اول) یعنی جو شخص مسلمانوں پر ہتھیار اٹھائے اس کا حضور اکرم ﷺ سے کوئی تعلق نہیں۔

آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے مسلمان محفوظ رہیں۔ (جلد اول بخاری شریف)

جب اللہ اور اس کا پیارا محبوب مسلمانوں کو ایک دوسرے کا بھائی قرار دے رہے ہیں تو پھر فرقہ پرستی اور اختلافات کہاں سے آگئے۔ یوں تو بے شمار احادیث پیش کی جا سکتی ہیں جن میں اتحاد کا درس دیا گیا ہے لیکن ہم انہیں پر اکتفا کرتے ہیں۔

سیرت صحابہؓ

بعض لوگ کہتے ہیں کے صحابہ کرامؓ بھی آپس میں اختلاف رکھتے تھے اور اس طرح وہ فرقہ پرستی کا جواز ڈھونڈ لیتے ہیں۔ ارشاد خداوندی ہے۔

كَانَ النَّاسُ أُمَّةً وَّاحِدَةً فَبَعَثَ اللّٰهُ النَّبِيّٖنَ مُبَشِّرِيْنَ وَ مُنْذِرِيْنَ وَاَنْزَلَ مَعَهُمُ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ لِيَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ فِيْمَا اخْتَلَفُوْا فِيْهِ ۭ وَمَا اخْتَلَفَ فِيْهِ اِلَّا الَّذِيْنَ اُوْتُوْهُ مِنْ بَعْدِ مَا جَاۗءَتْهُمُ الْبَيِّنٰتُ بَغْيًا بَيْنَهُمْ ۚ فَهَدَى اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِمَا اخْتَلَفُوْا فِيْهِ مِنَ الْحَقِّ بِاِذْنِهٖ ۭ وَاللّٰهُ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَاۗءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۝ (البقرہ 213)

(سب انسان ایک ہی امت تھے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے انبیاء کو خوشخبری دینے والے اور ڈرانے والے بنا کر بھیجا اور ان کے ساتھ کتاب برحق نازل کی تاکہ لوگوں کے درمیان حق کے بارے میں فیصلہ کرے جس میں انہوں نے اختلاف کیا تھا اور اس میں ان لوگوں نے اختلاف کیا جنہیں حق کا علم دیا جا چکا تھا واضح ہدایت آجانے کے بعد محض آپس میں زیادہ تو کرنے کے لئے پس جو لوگ ایمان لے آئے انہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے اذن سے حق کی ہدایت دی جس میں لوگوں نے اختلاف کیا تھا اور اللہ جسے چاہتا ہے سیدھے راستے کی ہدایت دیتا ہے۔)

کیا صحابہ کرامؓ اس آیت کے پہلے مخاطبین نہیں تھے؟ پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ صحابہ کرامؓ اس آیت کو پڑھ کر بھی اختلافات میں مبتلا رہتے ہوں۔ (معاذ اللہ) یہ ہمارے ایمان کی کمزوری ہے کہ ہم عمل کرنے کی بجائے من پسند دلیلیں دیتے ہیں۔ جب قرآن کی آیات پڑھ کر سنائی جاتی ہیں تو کہتے ہیں صحابہ کرامؓ کا اختلاف اور تھا۔ یعنی قرآن کہہ رہا ہے اختلاف کی سزا عذاب ہے۔ یہ لوگ اختلافات کی قسمیں بتا رہے ہیں اور ان شخصیات کے بارے میں کہہ رہے ہیں جن کے بارے میں خدا خود کہتا ہے۔

"جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے اللہ کی راہ میں ہجرت و جہاد کئے اور جنہوں نے انہیں جگہ دی اور ان کی مدد کی- یہ سب سچے مومن ہیں ان کے لئے بخشش ہے اور عزت کی روزی ہے"- (الانفال 74)

(اور سب سے پہلے ہجرت کرنے والے (مہاجر) اور مدد کرنے والے الانصار) اور جو ان کے پیرو ہوئے نیکی کے ساتھ اللہ ان سے راضی ہوا- اور وہ اللہ سے راضی ہو گئے اور اللہ نے ان کے لئے تیار کر رکھے ہیں وہ باغ جن کے نیچے بہترین نہریں بہتی ہیں- ہمیشہ ہمیشہ اس میں رہیں گے- یہ بڑی کامیابی ہے-)

(اللہ تمام اہل ایمان سے راضی ہو گیا' جنہوں نے اس درخت کے نیچے آپ سے بیعت کی)-

صحابہ کرامؓ کی شان تو قرآن بیان کر رہا ہے لیکن کم فہم مسلمان ان کے بارے میں کیسی کیسی رائے قائم کر رہے ہیں- یہ باتیں صحابہ کرامؓ کی عظمت کے خلاف ہیں- آپ فاتح خیبر حضرت علیؓ کو دیکھئے' فاتح عراق خالد بن ولیدؓ کو دیکھئے' فاتح شام ابو عبیدہ بن الجراحؓ کو دیکھئے' فاتح مصر عمرو بن عاصؓ کو دیکھئے' فاتح ایران سعد بن ابی وقاصؓ کو دیکھئے کیا انہوں نے فرقہ پرستی میں اپنا وقت ضائع کیا یا اتنے بڑے بڑے علاقے فتح کئے؟

کیا کوئی یہ کہنے کی جرات کر سکتا ہے کہ صحابہ کرامؓ میں اتحاد نہیں تھا- اگر صحابہ کرامؓ میں اتحاد نہ ہوتا تو وہ اتنے علاقے فتح نہ کرتے- بڑی بڑی کفر کی طاقتوں کو شکست فاش نہ دیتے- یہ اتحاد ہی تھا جس کی وجہ سے انہوں نے ہر ناممکن کو ممکن کر دکھایا- انہوں نے تحریکیں نہیں چلائیں' جلوس نہیں نکالے حکومت کے خلاف نعرے نہیں لگائے' ہڑتالیں نہیں کی- کیونکہ وہ مسلمان تھے اور ان کے حکمران بھی مسلمان تھے لیکن آج کشمیر جیسے چھوٹے سے خطے کو فتح کرنے کے لئے کتنی جماعتیں کام کر رہی ہیں اور کتنی دیر سے کام کر رہی ہیں اس کا نتیجہ آپ کے سامنے ہے- صحابہ کرامؓ میں اتحاد تھا ہم میں بس یہی نہیں ہے- اس لئے ہم ذلیل و خوار ہو رہے ہیں-

فرقہ پرستی کیسے ختم ہو سکتی ہے اس کے لئے لمبی چوڑی بحث کی ضرورت نہیں- سیدھی سی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہماری ہدایت کے لئے قرآن نازل فرمایا- حضور اکرم ﷺ نے ہمیں اس قرآن پر عمل کر کے دکھا دیا اور ہمیں قرآن پر چلنے کی تلقین کی- جیسا کہ آنحضرت ﷺ کا فرمان پاک ہے-

خیر کم من تعلم القران و علمه

تم میں سے بہتر وہ ہے جو قرآن سیکھے اور سکھائے-

حضور اکرم ﷺ کے بعد صحابہ کرامؓ نے قرآن کے نظام کو قائم کیا اور قرآن کے مطابق اپنی زندگیوں کو بسر کیا- اس وقت کسی میں کوئی اختلاف نہیں تھا- احادیث کی کتابیں تقریباً" ڈیڑھ دو سو سال بعد مرتب کی گئیں اور جیسے جیسے لوگ قرآن کے علاوہ اور کتابیں لکھتے گئے اختلاف بڑھتا گیا اور اب حالت یہاں تک ہے کہ اسلام پر لاکھوں کتابیں لکھی جا چکی ہیں اور اس کے باوجود کافر قومیں ہماری حالت پر مسکرا رہی ہیں- جب تک ہم نے قرآن کو بنیاد نہ بنایا ہمارے اختلافات ختم نہیں ہو سکتے اور نہ ہی ہماری حالت درست ہو سکتی ہے- میں احادیث کا انکار نہیں کرتا لیکن جو حدیث اور فقہ قرآن کے خلاف جائے اس کو فوراً" چھوڑ دیا جائے- کیونکہ حضور اکرم ﷺ نے حدیث کی کوئی کتاب مرتب کر کے صحابہ کرامؓ کو نہیں دی- صرف قرآن دیا ہے- اس لئے تمام بنیادی مسائل کا حل قرآن سے تلاش کیا جائے- ہمارے ہاں اگر کوئی شخص قرآن کی آیت پڑھ کر سنائے کہ اس پر عمل کرو تو دوسرا شخص حدیث پڑھ کر اسے منسوخ کر دیتا ہے اور اگر کوئی حدیث سناتا ہے تو تیسرا شخص کہتا ہے کہ ہمارے امام کی فقہ کچھ اور کہتی ہے لہٰذا ہم اس حدیث کو نہیں مانتے تو معاذ اللہ صحیح دین ہے کہاں؟ جب تک ہم نے فقہ اور حدیث کو قرآن کی کسوٹی پر نہ پرکھا ہمارے اختلافات ختم نہیں ہو سکتے- حدیث اور فقہ اور تاریخ قرآن کے مطابق مرتب کی جائیں- قرآن کو چھوڑ کر ہماری جو حالت ہوئی ہے اسے بیان کرنے کی حاجت نہیں ہے آخر میں میں اللہ سے دعا ہے کہ وہ ہم سب مسلمانوں کو اتحاد کی توفیق عطا فرمائے- امین

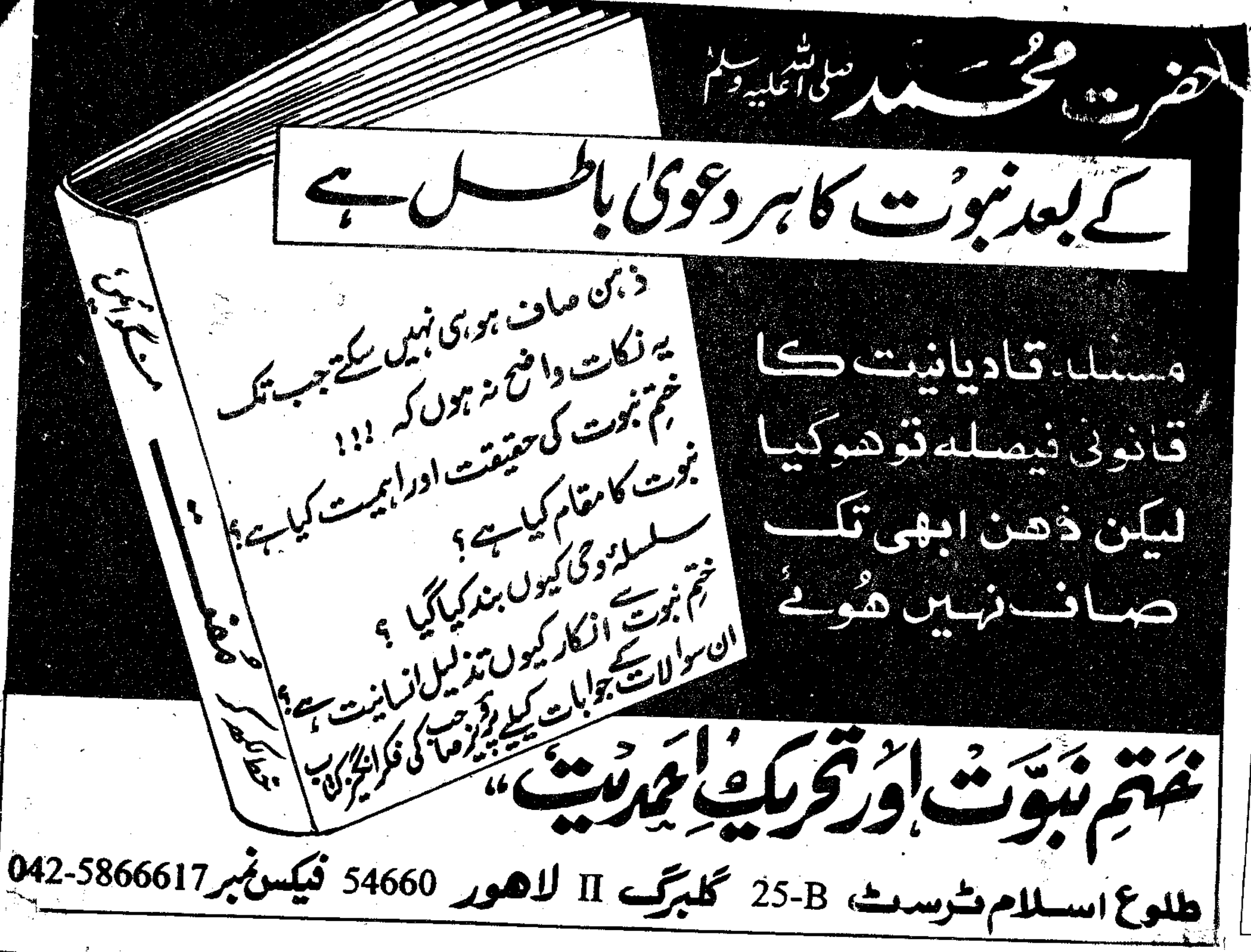
حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم
کے بعد نبوت کا ہر دعویٰ باطل ہے
مسئلہ قادیانیت کا
قانونی فیصلہ تو ہو گیا
لیکن ذہن ابھی تک
صاف نہیں ہوئے
ذہن صاف ہو ہی نہیں سکتے جب تک
یہ نکات واضح نہ ہوں کہ !!!
ختم نبوت کی حقیقت اور اہمیت کیا ہے؟
نبوت کا مقام کیا ہے؟
سلسلۂ وحی کیوں بند کیا گیا ؟
ختم نبوت سے انکار کیوں تذلیل انسانیت ہے؟
ان سوالات کے جوابات کیلئے پرویز صاحب کی فکر انگیز کتاب
خط لکھ کر
مفت
منگوائیں
"ختم نبوت اور تحریک احمدیت"
طلوع اسلام ٹرسٹ 25-B گلبرگ II لاہور 54660 فیکس نمبر 042-5866617

رشتہ درکار ہے

ایک ناکتخدا لڑکی، عمر 28 سال، اپنے والدین کے ساتھ لندن میں مقیم ہے۔اعلیٰ تعلیم یافتہ اور اچھے عہدہ پر فائز ہے۔اس کے لئے رشتہ درکار ہے۔بہتر ہے کہ لڑکا ڈاکٹر، انجینئر یا کوئی اور اعلیٰ سندیافتہ ہو اور شادی کے بعد مستقل لندن رہنے پر آمادہ ہو۔ذات کی کوئی شرط نہیں۔

رابطہ: خواجہ ازہر معرفت منیجر طلوع اسلام ٹرسٹ

25 بی گلبرگ 2 لاہور 54660

آپ کے گرانقدر عطیات کا شکریہ!

1- محترمہ مسز ظفر علوی، ڈیفنس لاہور۔
2- محترم شیر جنگ، دوبئی۔
3- محترم محمد افضل، لندن۔
4- محترم ملک خالد یعقوب، لاہور۔
5- پروفیسر ڈاکٹر زاہدہ درانی، لاہور۔
6- محترم خالد چوہدری، لندن۔
7- محترم سلیم محمود اختر، منڈی بہاء الدین۔
8- محترمہ بشریٰ عقیل، لاہور۔
9- محترم محمد حنیف ملٹری اکاؤنٹس کالونی، لاہور۔
10- محترم عبید الرحمن ارائیں، کویت۔
11- محترم عظمت اللہ، بزم ڈنمارک۔
12- محترم خالد چوہدری، برطانیہ۔
13- محترم افتخار، لندن۔

ایگزیکٹو ہیڈ، طلوع اسلام ٹرسٹ

اکاؤنٹ نمبر 35-4107
حبیب بنک لمیٹڈ، مین مارکیٹ
گلبرگ برانچ، لاہور

خصوصی درخواست

طلوع اسلام ٹرسٹ نے پرویز صاحب کے تمام خطابات کو سپول ٹیپ (Spool Tape) سے آڈیو پر منتقل کرنے کا منصوبہ بنا رکھا ہے۔اس مقصد کے لئے ہمیں کچھ سپول ٹیپ تاحال (بالخصوص پارہ نمبر 30 کے آخری درس) دستیاب نہیں ہو رہے۔اگر آپ یا آپ سے متعلقہ کسی صاحب کے پاس کوئی بھی درس سپول ٹیپ میں موجود ہوں تو براہ کرم ہمیں امانتاً عنایت فرما کر ممنون احسان فرمائیں۔

پروفیسر ڈاکٹر زاہدہ درانی

ایگزیکٹو ہیڈ طلوع اسلام ٹرسٹ

in truth, that we may establish the rule between men, as guided by Allah (Al-Qur'an 4:105).

We will have to demand from our respective States **that they fulfil the promise that Allah has made to us.** Or as Allah has said, **they lose the right to our obedience**. We will have to demand what is rightfully ours, **the benefits of the system of *Rabubiyyat (nourishment and development)*** which are manifest when **the *Naz'am-us-Salat and Zakat* is established.** Dear friends, the responsibility is ours. May Allah grant us the wisdom, courage and the strength to claim that, which is ours by right.

RAFIQUE FOUNDATION

Rafique House

72 Herent Drive Clayhall Essex IG5 0HG

Dedicated to the expounding of Islam in its PRISTINE PURITY

AND OUR DUTY IS BUT PLAIN CONVEYANCE OF (THE MESSAGE) (Al-Qur'an 36:17)

Recommended further reading:

1. ***The Heavens, the Earth and the Quran***
   By Dr. Abdul Wadud
2. ***The Holy Quran and Our Daily Life***
   By Dr. Mir Mustafa Hussain
3. ***Islamic Ideology***
   By G. A. Parwez
4. ***Why is Islam the only True Deen?***
   By G. A. Parwez
5. ***Islam a Challenge to Religion***
   By G. A. Parwez

Books available from: Mr M. M. Farhat, 76 Park Road, Ilford, Essex IG1 1SF

__Note:__ The Quotes have been extracted straight from Dr. Shabbir Ahmed's article. ***"Why I am not a Christian"***

Ummrah:

In case of an emergency arising anywhere in the world, that requires an urgent decision and action from the central Government and can not wait for Hajj, the state can organise an extra-ordinary general meeting **(EGM),** a special or emergency meeting. This is called **Ummrah.** *(It is surprising that some how, only the concept of the Ummrah being able to be held at any time has been retained by the Muslims of today where as, all other concepts have either been lost or adulterated.)*

As stated earlier dear reader, Islam is not a religion created by man's imagination, steeped in dogma and pathetic, pointless and meaningless rituals and traditions. Islam is a practical and a comprehensive system of life, covering all aspects of human life. It is a pragmatic system of **cause** and **effect.** You will have noticed that the concepts of the pillars presented here, individually lead to a definitive and tangible objective. And collectively lead to the objective of helping to bind mankind into one community living in peace and security. So that man can create Jannah here on earth.

But we have **turned this Precious Gold into Worthless Dust.** For centuries we have been following the wrong interpretation of these "Pillars" on which rests the whole building of Islam and consequently find ourselves living in Jahannum (Hell) of our own making. The people Allah created for the leadership of this world are standing in a queue, of beggars. What a sad, sorry and lamentable sight it is. O' Muslims, wake up and take heed of what Allah has said in the Quran **"If you fail to follow the path I have revealed to you I will replace you with people who will follow the path. Ignominy, shame and humiliation will then be your just reward." (Al-Quran 11: 57, 47:38, 70:44)** *(Some may say that perhaps, we have already reached that point of no return.)*

Conclusion:

For goodness sakes, how long? How long will we continue to follow the paths that have lead us collectively to absolutely nowhere. Except to immobility, stagnation, divisions, fragmentation, fighting amongst ourselves and to the absolute ruin of generations of the people that Allah created to lead Mankind to the promised land.

For God sakes, it is about time, that Muslims took stock of their lot and realised that, there is no such thing as **they.** For **they** never change. It is **we** who will have to change. As the Hakeem-e-ummat Dr. Sir Allama Iqbal has said:" **O! Mussalmaan if you desire to live your life as a Momin, you have no choice except to make the Qur'an your guiding light".** We will have to cleanse our minds of the ***Religion*** (Mazhab) of Islam and return to the ***Deen-ul-Haq.*** We will have to ***follow the revelation given unto us by our Rabb, and follow not as friends and protectors other than Him (Al-Qur'an 7:3).*** We will therefore, have to disregard all other books written by men and seek guidance only from the ***Book sent down to us***

develop this concept a bit further, we can see that every nation has a government that sits at it's centre (Capital city). In order to ensure that the rule of the government is enforced throughout the country, the central government devolves its powers to what is termed local governments or provincial governments. Each year the local governments report back to the central government and may present plans they may have for projects to improve the local area or improve the quality of life in their respective areas.

The central government after discussions and taking the overall picture of the nation into account then either accede to or modify some of these requests and authorise and allocate funds for them. The representatives of the local governments with the funds in the bank return to their respective areas to put the plans into action.

This is precisely the purpose of **Hajj** which means **"Conference"** in Arabic. The city of Makkah has been chosen as the Capital city of the Islamic State that was to rule over the whole world. And Kabbah was to be the Seat of Government of this State. For Allah has called this: **"The first house which was built undoubtedly** (as a centre) **for entire mankind." (Al-Quran 3:95)**

It is the job of any good Government to pass and then enforce such Laws that help to nurture and develop a society whose members live in peace, security and contentment, In the Islamic State, under the rule of Allah and Allah alone this job is perfected. Now let us consider the purpose of Hajj which, as has already been stated means **"Conference"** in Arabic.

This is the time prescribed for representatives of the Ummah from all over the World to gather at the place of the central government of Islam in Makkah and present their cases and make known the needs of their respective people. It is from here that the needs of the Ummah are then fulfilled by the central government of Islam. Hajj therefore ensures:

1. The central Government at Kabbah is kept in touch with the needs of the people living in far away lands and ensures that all possible aid and assistance is provided to them promptly.
2. The needs of every human being are met so that the Islamic State can discharge its responsibility, which is to honour Allah's promise to Mankind.

*(Have you noticed the subtle difference in the Islamic Quranic State where the sovereign is Allah. The purpose of this State is to ensure that not a single individual of entire Mankind is deprived of his basic needs, where as the purpose of the "**multitude** of So Called **Islamic States** of the present world"- this has to be a contradiction in terms- is to ensure that no-one escapes the grip of the draconian laws that they have enacted)* This is the whole essence of Hajj, an ***AGM*** of the entire Mankind.

the Holy Messenger(PBUH) has been addressed as: **"O Rasool! The ultimate objective of your mission is to eliminate differences amongst human beings and make them one Ummah as they were at the beginning of human history. But they created differences and were split." (Al-Quran 10:19)**

Allah's laws are implemented through the Holy Quran. However the Islamic state that implements these laws requires a centre to operate and disseminate Gods laws from. The first house of Allah on earth was built by Abraham and his son, Ismail at Kabbah in the city of Makkah and Allah has called this **"The first house which was built undoubtedly** (as a centre) **for entire mankind." (Al-Quran 3:95)** And it was here that the representatives of the Ummah were to gather to receive guidance and instructions on what to do. It was from here that the guidance and laws of Allah for mankind were to be disseminated, and it is these laws emanating from Kabbah that mankind was supposed to "Revolve Around" (Twaaf) ***i.e. obey with single minded determination*** *regardless of where they lived on earth.* "Revolving around the laws" emanating from Kabbah would have led us all to our objective i.e. one Ummah living in peace, harmony and tranquillity under the rule of Allah. Millions of revolutions around the stone and mortar structure neither have nor are ever likely to produce any tangible, substantive or measurable results.

I would politely ask the reader to remain focused on the objectives of the Islamic State which are to fulfil Allah's promise to Mankind as discussed earlier. Also keep in mind the sheer size of this organisation. The success of any organisation depends on effective and efficient communication and the positive and effective decision making process and then the ability to take prompt action on the decisions made. This is true of any organisation weather it is run by the UN, NASA, a multinational conglomerate or any large organisation. These organisations have a yearly meeting called an AGM-Annual General Meeting- three things happen at these AGM's!

1. All the staff and executives are reminded afresh of the aims and objectives of the organisation.

2. The heads of the different Departments give an account of how well or badly their respective departments have performed-what has hindered or aided their performance so that lessons could be learnt and good practises spread to other Departments. And out of all of this emerges the picture of how well the company has performed in the preceding year.

3. The targets for the following year and the plans to achieve these targets are formally adopted by the organisation and made known to all their members, so that work can begin in earnest to achieve the goals agreed at the AGM.

In case of an emergency arising when the organisation cannot wait for the AGM it can hold what is termed an EGM-Extra-ordinary General Meeting- to discuss the emergency, decide on the action required and then implement the decision. If we

Referring back to my personal case, am I not living in Jannah. Clearly it is not the Junnah that Allah has promised, but never-the-less I am living free of fear and in peace and security, am I not? **This** is the benefit of a system devised by Man. Can you visualise what splendour and reward of a system designed by Allah would be? Is it not lamentable, the loss that we are incurring?

(D) Saum: It is evident from what has been discussed above as to what kind of society God envisages for mankind. **"The believers give preference to the needs of others than their own even when they are themselves needy." (Al-Quran 59:9).** A society in which the welfare of others feels like the welfare of ones own. This society comes about first, through the individuals EMAN in Allah and His book. Secondly through the establishment of Salat and provision of Zakat, which frees every member of society from want.

Such a society would require from its members obedience, discipline, courage, endurance, wisdom and magnanimity of the highest order. All of these qualities come about in the individuals of society through their Eman in Allah and His book. And these are then reinforced into their character, through a yearly repeated programme of self discipline and self control. Just as in order to maintain fitness of their soldiers and ensure their battle readiness, all armed forces, in addition to their daily work-outs, conduct yearly battle manoeuvres.

The objective of these exercises is to instil discipline in their soldiers and the officers who lead them. The exercises also ensure that the personnel of the armed forces remain focused and in perfect physical and mental condition to accomplish any task they may be called upon to perform.

Similarly Saum (Fasting) is a training programme for all able bodied to cultivate discipline, good manners and develop steadfastness, courage and endurance in themselves to bear hardship and labour under various conditions. In short, to develop ones personality through self control. For it is said that: *"He that is slow to anger is better than the mighty; and he that rules his heart is better than he that takes a city"*. It is also said that: *"He that has conquered his Self, has conquered the world"*. The objective of this training is to gel an individual, *a potential world conqueror* into an effective member of a unit, a team (*and what a team that would make, where every member was a potential World conqueror*).. In short, one Ummah in preparation for establishing one nation under one God. These are the high ideals and purpose of the month of fasting (Ramdhan). This is the pillar on which rests the building of Islam. It is not simply abstaining from food and drink and other material indulgences to get near God.

(E) Hajj: It goes without saying that Allah's authority and sovereignty is not limited by national boundaries. Allah's sovereignty reins over the whole world and mankind. The Quran has stated that: **"mankind is one community." (Al-Quran 2:213)** and

However, the burden of the Islamic State is a heavy one. For God says to the Islamic State: **"Since you take obedience from the people in my name, you must give them what I have promised to give them. That is, fulfil the responsibilities that I have assumed in respect of Mankind.** ***["So establish Salat*** *(the way of life consistent with divine laws)* ***and provide Zakat*** *(provision of nourishment to individual human beings)."* ***(Al-Quran 24:56)]*** **If you fail to fulfil the responsibilities to people, you lose the right to their obedience."** ***(The Governments of the so called Muslim World, please take note).*** Therefore, in the **Quranic social order,** the relationship between the individual and the State is a two sided affair. The individual obeys the laws of God through the agency of State and the State honours the promises Allah has made to Man. **In order to fulfil Allah's promise to Man it is imperative that the means of production remain in the custody of State and surplus wealth is not regarded as private property.**

[Quote: Zakat; **The Government and people** will keep all their wealth and resources open for the betterment of society and for the fellow human beings. People will give **"whatever is more than their needs."]** Allah says: **"They ask thee, how much they are to keep open for others, Say whatever is more then your needs." (Al-Quran 2:219)** Therefore according to this injunction of the Holy Quran, an individual keeps from his income what he requires for his basic needs - without going short of anything- and gives the rest of his wealth to the State or keeps it open in trust for the State. *(Since the Holy Messenger (PBUH) simply passed on to Mankind* ***only*** *that which Allah revealed to him and did not add anything of his own, where did the 2.5% zakat tax on wealth spring up from??)*

With the materialistic mind set that Man has developed, a question arises as to why should an individual keep all of his surplus wealth open for the betterment of others? The answer is, for his own salvation. For every act of ours that fulfils the needs of others, nourishes our **SELF.** The Holy Messenger (PBUH) has said: **"The best of Mankind are those who benefit humanity."** And so the righteous people are those who make their SELF (NAFS) develop by fulfilling the needs of others. And they do so because of EMAN (conviction), for they know that they will be rewarded manifold in both worlds. The Quran says: **"Allah has bought from the believers their lives and what they have of material things, so that He may give them Jannah (Heaven)." (Al-Quran 9:111)**

It is these resources that the Islamic State utilises to fulfil Allah's promises nd provide Jannah for the whole of Mankind. This is the concept of Zakat. This is at powerful pillar that the building of Islam rests upon. You can also see how well ese concepts of Salat and Zakat fit into one another. Both of these concepts are mplementary to each other. For in the Holy Quran, whenever Salat is mentioned is Zakat. If Salat is to be translated simply as Namaz (Prayers), what possible nection has Zakat with Namaz, which is prayed and not established as is Salat?

which the British Government set up in 1948. all my needs are being taken care of and as a result I am free from all worry. anxiety and fear.**(Al-Qur'an 11:6, 29:60)**

In this non Islamic country can you see how the promise of Allah to mankind is being fulfilled as a direct consequence of a ***system***? This is precisely the concept of Salat. ***Niz'am-us-Salat*** *is a system in which all human beings follow the law of Allah, and after retaining that which is necessary for their basic needs (Al-Qur'an 2:219), they keep the remaining material resources open for the nourishment of the needy. It is only by adhering to the system of Salat that it is possible for man to develop his potentialities and have order in his life and then, this development is in accordance with the pattern designed by Allah.* Therefore, establishing Salat is collectively understanding, implementing and the continuing of such a ***system,*** that on the one hand removes from man all anxiety and fear and restores in its place contentment, which then affords every citizen the opportunity to develop their latent potentialities.

This is the concept of Salat. The pillar on which rests the building of Islam. Please ponder over how **we** have turned Salat into a mechanical ritual . What consequences or results has our interpretation of Salat produced so far and what results is it ever likely to produce as long as we continue to blindly follow this interpretation. You can also see what we have lost by not establishing the ***Nizam-us-Salat*** (the benefits of Allah's promise to Mankind) and what gains if any have we accrued through our interpretation of it! For Allah says in the Quran: **"Those whose reward is shame and humiliation in this world will have shame and humiliation in the next" (Al-Quran 17:75, 22:11, 24:19).**

<u>(C) Zakat:</u> The Holy Quran has declared clearly and unambiguously. that an individual, a society, or a state has no right to claim obedience from any person. since obedience is due to God and God only. The Quran says: **"The right to rule belongs to none but Allah. It is commanded that you obey none but Him." [(Al-Quran 9:40, 74:3)** further explained by **(17:111)]** *(Dear reader. let us pause here for a while and just remind ourselves of the explanation of Kalema, discussed earlier).* But we can neither see. nor hear. nor feel God so how are we then to obey Him? The answer is simple. Allah says: **"Follow the revelation given unto you from your Rabb, and follow not as friends and protectors other than Him." (Al-Quran 7:3).** This is further qualified by **"We have sent down to thee the Book in truth, that you might establish the rule between men, as guided by Allah." (Al-Quran 4:105).** Obedience therefore is not to God personally but to the laws He has revealed in the Holy Quran. For securing obedience to the Law however. we require a properly constituted enforcing agency.

The agency that enforces God's Laws. is the **Islamic State** and obedience to God in practice, means obedience to the State that enforces **His** laws. ***(This was the reason, for which Pakistan was acquired?)***

Government, since 1948 has established a system under which every working person has to pay two separate taxes from his income, ***Income Tax*** and ***National Insurance.***

The funds. collected from income tax go straight to the Treasury which the Government uses to run the business of state. A percentage of funds collected from National Insurance is handed over to the Department of Health, that runs the Health Services. The rest of the funds collected from National Insurance are given to the Department of Social Security. This Department is charged with the responsibility of paying benefits to people who do not have an income or whose income is not sufficient for their needs.

I apologise for indulging in my private circumstances. But it was deemed necessary to explain how a system produces results. I have been a diabetic for some twenty-one years. I have developed all the complications that diabetes can lead to. The worst of which, is heart disease and end stage kidney failure. As a result of this, in the last two years I have had four major operations and been hospitalised on no less than eight times and each time my stay varied from four days to two and a half months. For all the treatment received, I have paid from my pocket, not a single penny. In addition, the medical treatment I receive as a diabetic and a kidney patient is also received free of all charges. One may wonder as to how, is this possible? The answer is that the system of National Insurance, which pays a sum to the Department of Health from the contributions made by every worker in the land guarantees that, every citizen will receive free medical and health care. Can you see how this system has produced a result?

Now let us look at the other aspect of National Insurance contributions. For one and a half of the two-year period that I have not gone to work, my employer paid me. my full salary. My salary was then reduced to pension rate which is £600 a month. The mortgage I pay on my house is £500 a month. I could not survive on the remaining £100 a month. Given these facts, had I been living in Pakistan or any other Islamic country for that matter, I would have by now surely lost my property and not only become homeless, but destitute also. That is of course if my wife had not already become a widow and my two young children orphans!

However, in Britain due to the system of tax and National Insurance, I receive a benefit called "Incapacity Benefit", which is paid to people who due to ill health are unable to return to work. This benefit is based on the amount of National Insurance contributions one has paid whilst in work and is payable for as long as one is sick. When added to my pension this benefit brings my total income to just slightly below my monthly salary. The result is that my mortgage is being paid so my property is safe. In addition all of my and my families needs are being met. Just imagine. I have not gone to work for two whole years and I have no idea as to when I will be fit enough to return to work. But as a consequence of the system of National Insurance

Therefore, the objective of granting this power (suzerainty) in the land is that **"they (the Muslims) may establish with authority their "Deen": the one that Allah has chosen for them so that He may change their state of fear in which they lived to one of peace and security".** Once the authority has been bestowed, Allah commands the Muslims: **"So establish *Salat* and provide *Zakat* and obey the Rasool, so that you may undergo development, within the specified pattern." (Al-Quran 24:56).** *Undergo development, within the specified pattern.* It is clearly evident from this ayyat that ***Nizam-us-Salat and Zakat*** is a ***system*** under which Mankind undergoes development according to the pattern that Allah has designed, to help Man reach his ultimate destiny.

Having commanded the Muslims to establish Salat, ***Allah*** then gives Mankind the following undertaking **"We are responsible for providing your and your children's subsistence." (Al-Quran 6:152).** A question arises. If Allah has given this clear and unambiguous undertaking to provide Mankind with its subsistence (***the means of existing, the basic essentials of life***), why is there so much hunger and destitution in the world?

The answer is very simple and clear. It is because we (the Muslims) have singularly failed to ***Establish Salat !*** Islam is not a dogma. It is a pragmatic system of ***Cause*** and ***Effect***. Since we have failed to satisfy the necessary condition *i.e. Cause: Establish Salat and Provide Zakat!* We have been denied the Effect *i.e. the fulfilment of Allah's promise to us.*

[Quote: Establishing Salat entails regular submission to Allah and striving collectively to form a social order where no one in society sleeps hungry **(Al-Quran 107:1-7)]** In other words Salat is the society working together -not singly- to establish such a social order, a system, the end product of which would be that no-one in society would go hungry. No-one would be in want for anything. All the needs of the individual and of the society would be met as a consequence of this system. Thereby fulfilling the promise of Allah to Mankind and freeing Man to devote his time and energy to developing his personality, his potentialities.

The system that produces such tangible results that enable God's promise to Mankind to be fulfilled, has been given to us by God free of charge. This system, which on the one hand takes away from Man worries, anxieties, and fear and on the other hand gives him shelter, food, clothing, education and health care (basic necessities of life), this precious gift of God to mankind is nothing other than ***Islam!*** All we have to do is implement this system.

An Example:

Let us for a moment, see how a system, produces the kinds of results that we have discussed above. I have lived in Britain for twenty eight years of which twenty two have been spent in the service of the British Government. The British

a Muslim? Simply recite these words and hey presto! you are a Muslim! Or do the words have a meaning and a practical aspect to them. which are indispensable. intrinsic and absolutely fundamental to the very foundation of a Muslim's life?

Obedience: derived from **obey;** which means to do and be willing to do what one is told to do.; carry out (a command).

Submission: derived from **submit;** which means put oneself under the control of another; **submission;** act of submitting: accepting of another's power or authority; obedience; humility; with profound respect.

Subservience: derived from **subserve;** which means to serve as a means to helping (an end or purpose).

When we recite the Kalema, we declare, "I acknowledge and affirm from the depth of my heart that I am ***not*** willing to do or carry out any commands **unless they are from ALLAH! (obedience)** and affirm that I place myself under no-ones control. I recognise no authority over me **except that of ALLAH! (submission)** and I serve no-one **except ALLAH and obey what He has ordained (subservience).** In other words. I sincerely declare and affirm that **the right of sovereignty over me belongs only to ALLAH!** And that Muhammad is **His** Messenger.

This is an oath, an undertaking a promise that we make to God. These are not mere words, the recitation of which is enough to turn us into Muslims. This statement, this declaration actually forms the very basis of the code, direction and the purpose of our life. It is only after adherence to the meaning of every word of this declaration that one becomes a Muslim. Islam is a collective way of life in which every member of society enriches the life of others in the light of Divine values and in this society the right of sovereignty belongs only to ALLAH.

The Kalema is an affirmation, recognition and acknowledgement of this very intrinsic principle (Pillar) on which rests the building of Islam. I will leave it to you to decide as to who or what is the sovereign **(ILLA)** in the lives of the "Muslims" of today. the mullah. books written by men. tradition. a multitude of man made governments, power crazed politicians, army Generals. wealth. or greed?

<u>(B) Salat :</u> "Allah has promised those amongst you who believe and perform deeds consistent with the Divine Laws that He will of a surety grant them suzerainty in the land, as He granted it to those before them" (Al-Quran 24:55)

Allah is a being who controls the entire universe and moves it on to its final destiny in accordance with His inviolable laws. According to these laws everything in the universe from its initial stage grows. develops and in time attains its full stature just like the tiny apple seed which gradually grows into a huge tree. Man is no exception. There are Allah's laws that govern man's development and growth also *(Man has not developed fully yet. as he uses only 25% of his brain).*

Muslims Successful in turning Precious Gold into Worthless Dust

By

Muhammad Iqbal Khawaja

****

"Why I am not a Christian" is the title of an article written by Dr Shabbir Ahmed M.D. (Florida) that appeared in the May, June, and July 1999 editions of the Tolu-e-Islam Magazine. Such was the allure and magnetism of this scholarly, magnificent and an extremely powerful article that I had already read it ***inter- alia*** five times. Resting in my sitting room, my gaze fell on the June edition of the Tolu-e-Islam Magazine. I picked it up and proceeded yet again, to read the second instalment of this article.

Readers will appreciate that when one reads an article or book more than once, each time one derives new depth and new knowledge from it. That is exactly what had happened to me with this article. On the previous readings, I had read and understood the paragraph on the ***Pillars of Islam*** and then moved on. But on this occasion when I read: (Quote;" The term "Pillars of Islam" does not appear in the Quran. According to a saying of the Holy Messenger, "the building of Islam rests on five [Pillars]"), these words kept repeating themselves in my head so much that I was forced to put the magazine down and think.

The Building of Islam rests on Five Pillars! The Building of Islam! What a magnificent building it would be! ***The Pillars*** on which this building would be supported, just how magnificent and powerful structures ***they*** would have to be? Indeed, that is how it should be. For the building of Islam and the structures that would support it, are nothing that this world has ever seen, as Islam is a divine message from Allah for the entire Humankind.

The structures (Pillars) that would support the ***building of Islam*** would have to be strong, purposeful, powerful and pragmatic, because Islam is not a dogma. Let us remain focused on this truth and examine the ***five Pillars of Islam***.

<u>**(A) Kalema:**</u> Quote:(or the creed of Islam): "I solemnly declare from the depth of my heart that there is no God (in the Universe worthy of my ***obedience, submission and subservience)*** but ALLAH , and Muhammad is His Messenger"].

It is generally believed by Muslims, that in order to convert to Islam or to renew ones affirmation, one has only to recite the Kalema . Is it really that easy to be

justification for what happened due to this 'permission' for polygamy in the *harems* of Baghdad, Damascus, Spain and Turkey. Lane (1989) in his commentary on the Arabian society in the middle Ages gives us a few glimpses. Mugeerah Ibne-Sheabeh married more than 80 women in the course of his life. Muhammad al-Tayib, a dyer of Baghdad (423 AH), is said to have married (and divorced) more than 900 women. The Sultan of Qatar, in the early part of this century, married a new wife every month or fortnight then divorced and placed her on pension. Times may have changed but polygamy is still rife among the rich Muslims, particularly in the Middle East.

When the earth was young, polygamy was perhaps a way of populating it to carry out God's plan. By the time the Quran was revealed, the world was sufficiently populated so the first restrictions were placed on polygamy. The Church outlawed polygamy, and even the Latter-day-Saints (Mormons) recognised it over 100 years ago. The State of Israel made monogamy binding upon all Jews following a national rabianic conference in 1950. According to the Quranic injunction, polygamy is not an individual's choice; it is the responsibility of a society. As far as individuals are concerned, they are not permitted to marry more than one woman. Current law of polygamy in most Islamic countries contradicts the essential message of the Quran. It allows polygamy in conditions not mentioned or approved by the Quran. It is based on over a thousand year old unreliable traditions and 'flawed *fiqqah*' invented by a corrupt clergy and maintained by the similar rulers.

It is overdue that insightful Islamic states legislate by taking direct guidance from the Quran and address the genuine needs of civilised Muslim societies. Polygamy should be declared immoral and illegal unless conditions similar to Chechnya and Bosnia prevail whereupon the relevant states may apply the extraordinary permission granted in the Quran. Muslims have lived in the West and non-Muslim countries for a long time and adhered to monogamy without any dire consequences. It could improve the status and lives of millions of Muslim women if their Islamic governments follow suit. The alternative is status quo, which is a deliberate abuse of the rights given to women in the Quran. Consequently, Muslim marriages would continue to be labelled 'legalised concubinate' in civilised societies.

"They would deceive God and those who have attained to faith - the while they deceive none but themselves, and perceive it not (2:9) Al-Baqarah".

****

References

* Twentieth Century Social Thought, Blackwell, 1994.
* American Law Institute. Model Penal Code and Commentaries, Sec. 230.1. Philadelphia, 1980.
* Encyclopaedia Judica. Vol. 4B, 1971.
* Good News Bible. American Bible Society, 1976. New York.
* The Mormon Experience, Alfred A. Knopt. Inc. USA.
* The Message of The Quran. Dar Al-Andalus. Gibraltar.
* Arabian Society in the Middle Ages, Curzon Press Ltd. London.

eventually won over. Since 1892, polygamists are excluded from the people eligible to immigrate to the USA.

Muslims are the largest community in the world who continues to practise polygamy as a religious injunction. Its origins lie in the history of Islam and the Quran. Prophet Muhammad (saw) married Khatijah (rta), a 40-year-old widow, when he was 25 himself. She died when he was 50 leaving four children behind. Consequently, he married another middle-aged widow Saudah (rta). Over the next decade, Muhammad (saw) contracted 9 marriages because of social (33:37), political and educational (33:34) purposes, which helped him fulfil his mission as a messenger of God. This was an exceptional privilege with strict conditions (33:50) for him and his wives. For example, he was not allowed to divorce them (4:19). For Muslims in general, there is only one verse in Quran (Surah al-Nisa) that mentions polygamy '*And if you have reason to fear that you might not act equitably towards orphans, then marry from among women such as are lawful to you -- two, or three or four:' (4:3).* It is important to remember that the earlier verses in this Surah contain laws about women, orphans, property and inheritance, followed by laws pertaining to wars.

In Arabic, the word "orphans" is used for children whose parents are no longer alive, and also for those females who are left alone for being unable to marry (obviously due to their circumstances). Thus the verse 4:3 refers to children as well as women without husbands including widows and unmarried. Now imagine the early Muslim community who migrated to Medina. It included Muslim women who left their non-Muslim husbands behind. In the subsequent eight years, Muslims fought at least three wars to defend themselves. This resulted in the loss of nearly 300 Muslim men, many of whom left wives and children (including young girls) behind. A mere 400 Muslim men were left in the community. This meant no possibility of marriage for a number of Muslim women (including widows) for they could not marry non-Muslims, Christians or Jews because of Quranic law. A social predicament prevailed which had the potential to destabilise this early Muslim community. A divine intervention in the form of revelation (verse 4:3) to Muhammad (saw) resolved it. This extraordinary solution saved many Muslim women from poverty, destitution and potential abuse in the society. However, this divine solution was not unconditional. The full verse (4:3) reads " *But if you have reason to fear that you might not be able to treat them with equal fairness, then (marry only) one ...*".

There are some other verses in Quran mentioning polygamy but they are specific to Prophet Muhammad (saw). Nonetheless, they allude to the difficulties in maintaining a balance in relationships within multiple marriages (4:129). The Quran does not allow more than one marriage under any circumstances or conditions except those mentioned above. A wife being chronically ill, childless or bearing a son/daughter (24:50) against the wishes of her husband etc. are not valid reasons to indulge in polygamy. The Quranic law allows a wife to be replaced through divorce (which has its own laws) but there is no permission to marry more than one woman normally. There is no

unless permitted to do so by 100 rabbis from 3 countries'. However, it did not extend to countries where *takkanah* was not accepted, i.e., among Sephardic and Oriental communities.

The Bible allows polygamy in the Old Testament and in the New Testament. The Old Testament has several references including Exodus 21: 10 which allow a man to marry an infinite number of women without any conditions. Similarly there is not a single verse in the New Testament prohibiting polygamy. In Matthew 22: 24-29, the Jews referred to Deuteronomy 25:5 (allowing polygamy) and brought it to the attention of Jesus, he did not condemn or prohibit it. *"He who created them from the big womb made the male and the female and said 'for this course, a man shall leave his father and mother and shall cleave to his wife, and the two shall become one flesh' (Matthew 19: 4.5)"* is usually quoted to promote monogamy. Some Churches and Bible scholars have argued that wives in a plural marriage are also "one flesh" with the husband individually. Furthermore, Christ lived 30 years of his life in a society that practised polygamy and never condemned it. Polygamy was actually introduced into the Church at the time of Paul to conform to Greco-Roman culture. In that culture, men were monogamous but free to own slaves (girls) and use them for pleasure.

Most ancient cultures and religions in the world have allowed polygamy in one form or the other. Vedic Indians generally practise monogamy but Rig-Veda mentions the king's 4 wives. In Arthasastra, the Smertis and the Epic, the rule is that a man may have wives from his own caste and each of those below him. The modern rule also permits the husband to take as many wives without justification or consent on the part of his existing wives. Laws and customs in Japan forbid multiple marriages but not having concubines in any number. They occupy the position of secondary relatives. The tradition of polygamy is also alive among black Africans. The king of Swaziland has at least six wives. In a recent world wide ethnographic survey of 849 human societies, it was noted that 708 had polygamous customs (more than one wife), 4 polyandrous (more than one husband) and 137 monogamous (Linn, 1998).

In recent years, the Mormon community in the USA has kept the issue of polygamy at the forefront of public knowledge. They have kept defying the US government's anti-polygamy legislation of 1882. Mormonism and its prophet, Joseph Smith, have preached and practised polygamy since the 1840's. Smith had difficulty in persuading his wife, Sarah, that God approved polygamy. However, the practice expanded after his death in 1844 and was adopted by the general church conference in 1852 as "honours means of providing marriage and motherhood for thousands of women who would otherwise have been condemned to spinsterhood." The US government enacted Morill Act (1862) making bigamy/polygamy a crime punishable by fine and 5 years in prison. The government had difficulty in obtaining testimonies about wedding ceremonies so Edmund's Act (1882) prohibited bigamous/polygamous cohabitation. Over 1300 Latter-day-Saints (Mormons) were jailed as "cohabs" in the 1880's. The church was threatened with members civil and property rights, and

POLYGAMY

A Socio-religious Conundrum?

By

Tahira Parwez

In June 1998, John Kingston, a 43-year-old man, was arrested and tried before the Utah court. He had been charged with driving his daughter to a remote location and beating her for running away from a polygamous marriage to his younger brother. Earlier this year, a Professor of Theology was quoted in the newspaper "Citizen" that South Africa should legalise polygamy for whites to beat the highest divorce rates in the world. Christina Land-man, a member of the Conservative Dutch Reformed Church, also argued that fewer men were available due to wars etc. so the unmarried should select a married man and negotiate with his wife to become a part of the family. The media coverage of this story and US polygamy trials has continued to draw national and international attention to the issue of polygamy.

Polygamy is defined as a man having more than one wife. The concept of marriage has changed over time from 'divinely ordained' (Catholic) to John Lock's 'voluntary contract' and Marxist 'part of class struggle' to early feminists 'exploitation of the women'. Polygamy may have undergone similar, though not recognised, changes in its concept. 'Serial polygamy' is a repetitive cycle of marriage and divorce with the same/different woman. 'Practical polygamy' involves a married man supporting one more mistress or a single man having more than one relationship at the same time. Recent observations from the West suggest that marriage may be disappearing rather than merely changing in the advanced societies (Poponoe, 1998). On the other hand, a survey published in the US magazine 'Today' (1988) noted that the majority of 4,700 mistresses interviewed preferred being a second wife to their current status.

Polygamy is as old as the human society. First recorded evidence goes back to ancient Israelites. King Solomon is said to have 700 wives and 300 concubines. King David had six wives and numerous concubines (1 Chronicles 3:1-3, 14:3) and King David's son, Rehoboam, had 18 wives and 60 concubines (2 Chronicles 11:21).*[1] Polygamy was practised throughout the Talmudic period and up until the 10th century. It was made impossible among Ashkanazi Jews in 1240 by Rabbi Gresham Judah

---

[1] The writer has rightfully given references from the Chronicles. We would only like to point out that ...es not give any such evidence about Solomon and David(T.I)

President Ziaul Haq. The interview was published in the Asia Week's issue of 4th Dec 1981.

Quoting President Zia, O'Neill writes 'if there are four witnesses and the man admits having committed adultery, being fully aware of the consequences. and then he should be declared guilty. What the Shariat Court decided with one dissenting vote was that this law of **Rajm** is not Quranic Law. This is what the govt. is appealing against, because we consider the Shariat Court members have not done their homework and have been taken away by emotions. We said it is a Quranic Law. We will present our case and they'll present their case, and we hope the Supreme Court will come out with that. We introduced the laws in 1979 and so far no one has been stoned to death, or lashed for drinking, because we can't find the proof which Quran demands. Therefore the maximum punishments have not been enforced. A man accused of Zina has been given 14 years imprisonment, which is not a joke'.

During his visit, O'Neill also met a number of Islamic scholars and quoting Allama Pervez he wrote 'When they call themselves Muslims it means they accept Islam, and if there is one common authority for Islam then that must be a common authority by which all Muslims decide whether something is Islamic or not, whether it is the law of **Rajm**, some other laws or rules of the state. What is the authority? The authority is the Quran. It is the only authority, immutable. A state can be called Islamic only if it acts according to the Quran. If the appeal of the govt. is accepted **Rajm** will become the law of the land. But it will not be an Islamic law'.

****

MATRIMONIAL

Two brothers and two sisters require life partners. One of the brothers is a civil engineer, while the other is a veterinary Doctor. One of the sisters is B.Ed student and the other is a graduate, working as a nurse (L.H.V). All those interested may contact their father, Mr. Badr-u-ddin at the following address:

****

Master Badr-u-ddin,

Jalla Jeem, Teh: Mailsi, Dist: Vehari

differently in different sects. The Quran categorically says: 'they ask thee how much they are to spend: Say what is beyond your needs' (2:219). We have narrowed this to a meager 2.5% and that too very few pay. Man made laws have further discriminated between the rich and the not so rich. Those who possess 7½ tolas of gold or 52 tolas of silver are required to pay Zakat.7½ tolas of gold today would cost around Rs.35, 000 while 52 tolas of silver Rs.4000 approximately. This discrimination is against the Islamic spirit. Islam negates the concentration of wealth and stresses an equitable distribution of wealth and resources. How could the **'Rehmatul-lil-Aalameen'** have allowed retention of 97.5% of wealth when he himself did not even keep 7 dinars in the house? Just before his death he ordered the 7 dinars to be given to the poor.

The Ayat of the Quran, which says 'Pay heed unto God and pay heed unto the Apostle'. does not carry two orders, but one. The instructions and injunctions are given in the Quran and were revealed to the *Nabi* and he gave them to the *Ummah* in the same spirit. 'The Messenger's duty is only to preach the clear (message) (24:54) that is why different Messengers were sent during different periods of time for guiding the people. The Messengers never deviated from the Divine Revelation despite extreme hard times. It is an integral part of every Muslim's faith to believe in the finality of the Holy Prophet and the Quran revealed unto him. Mr. Ishrat has written that God guided all acts of the Prophet and whatever he did or said had the blessings and authority from Him. I refer to a few instances, which would clear this. Despite the advice of the Holy Prophet, his adopted son Zaid divorced his wife. (Zaid's wife was the Prophet's cousin.) (33:37). Another example is that of the slave girl *Berera* who was advised by the Prophet to return to her husband. She asked the Holy Prophet whether his advice was a Divine order or his opinion. The Holy Prophet replied that it was his opinion and she refused to go back to her husband saying that she would decide what was best for her. The Prophet was not angry. In another case some date-farmers came to the Prophet for his advice on pollinating the date trees. His advice did not yield profitable results and he pointed out that in some worldly matters they knew better than him. These examples show that he was a human being. He was the Head of state and Commander-in-Chief of about one million square miles of territory, yet we never think about him as a ruler in the worldly sense because his *system brought about a complete change in the social values and for the welfare of* the people in all respects. Even the modern '*Welfare state*' concept *fails to measure* up to his standards, which were based on Quranic laws. God does not communicate with people directly; He does it through His selected Messenger.

Referring to the Ayat about Adultery (24:3) Mr. Ishrat Hussain says it is a general guideline of the Quran. This is incorrect It is in fact a clear injunction and order and has to be accepted as such. In 1980 the Shariat Court declared **Rajm** to be un-Islamic. The Govt. appealed against this decision and it is still pending. The Editor-in-Chief of the Hong Kong based 'Asia Week' Michael O'Neill interviewed

of thy Lord doth find its fulfillment in truth and in justice: none can change His words' (6:115). The Quran does not differentiate between married and unmarried and there is absolutely no mention of **Rajm**. As such any changes or addition to clear Quranic injunctions is 'Shirk'. 'He does not share His command with any person whatsoever' (18:26). The companions of the Nabi also followed these injunctions, which would be our guide for all times to come. These injunctions need no confusing or contradictory interpretations and additions. Everything is clearly defined in them. 'We have sent down to them a Book explaining all things, a mercy and glad tidings to Muslims (17:89) 'And We have explained to man in the Quran every kind of similitude (17:89). There are no contradictions in the Quran and the Quranic injunctions 'Do they not consider the Quran (with care)? Had it been from other than Allah they would surely have found therein much discrepancy' (4:82). These ayats affirm all injunctions, laws, principles and punishments given in Quran. 'None can change His words (18:27) 'The word of thy Lord find its fulfillment in truth and in justice and none can change His words (6:116). 'Is it not enough for them that we have sent down to them the Book which is rehearsed to them?'(29:51).

The basic reason behind the mushrooming of sects among Muslims is that they started giving more importance to laws other than Quran. The unity of the Muslim Ummah is a must and can only be achieved if the Quran is followed strictly. Any deviation would lead to differences and fragmentation. The Nabi was sent to remove all differences.

The author has pointed to the age-old argument regarding the lack of details about rituals in Quran. It must be remembered that rituals are rituals and are not means in themselves. As means to a much higher and sublime end of a collective and organized system the details are clear in the Quran. Salat is a broad based term, which means to follow closely the Divine laws. ' Do you not see that every individual constituent of the universe steadfastly and obediently carries out the duty assigned to it. Each one knows its own Salah and Allah knows well all that they do' (24:41) and 'You take your Salah from the standing position of Ibrahim' (2:125). The Kaaba is the headquarter of the Muslims and the system of Salah has to be taken from it: but we are not supposed to droop down in our prayers like deaf and blind (25:73). Timings of the Salah are also clearly mentioned in the Quran ***Fajar*** (20:130). 52:48-49. 24:58). 30:17-18, 11:114, 50:39-40) ***Zuhar*** (17:78. 30:17-18) ***Asar*** (2:238. 76:25. 20:130, 30:17, 50:39-40). ***Maghrib*** (11:114. 20:130. 30:17). ***Isha*** (52:48. 76:25).

The true following of Islam cannot be confined to rituals only (as is the practice). That is why the Muslims 'read' the Namaz and have no idea of establishing Salah. The Almighty has described all other rituals in the Quran as deemed fit. In most of the Ayats relating to Salah, Zakat has also been mentioned: but the traditional laws regarding Zakat have created various modes of payment and are applied

RAJM IS NOT AN ISLAMIC PUNISHMENT

By
Prof. Muhammad Rafi

Mr. Ishrat Hussain's article, **"Rajm is an Islamic punishment"** (Dawn 26th June, 1999) has brought to the fore the insistence of some people to exceed the limits of Quranic injunctions and give more importance to unconfirmed traditions and historical events. As far as Quranic laws and injunctions are concerned they cannot be altered in any way by anyone. Even the Nabi has no authority to change them. The Holy Prophet said 'It is not for me of my own accord to change it. I follow naught but what is revealed unto me' (10:15) The Ayat further says 'If I were to disobey my Lord, I should myself fear the penalty of a great day (to come)'. The greatest folly of Muslims in general is that they do not consider Quran to be complete and comprehensive in all respects. Allah has categorically said 'we have explained in detail in this Quran for the benefit of mankind every kind of similitude' (18:54) 'Nothing have we omitted from the Book' (6:38)

The author has questioned the need for sending the Holy Prophet when the Quran was self-explanatory and people could derive their own interpretation from its injunctions. The answer lies in the question itself. People are bound to follow the Quranic laws and not interpret them, as they like. The Nabi was sent with precisely this message. That is why all his actions as God's chosen messenger had to conform to the Divine Revelation. It was through his exemplary life that the message spread so quickly. The Quranic laws were equally applicable to him as well as all others. The Quran says: 'The Messenger believeth in what hath been revealed to him from the Lord as do men of faith (2:285) 'Say I believe in the Book which Allah has sent down (42:15) 'I follow what is revealed to me' (6:50).

In the light of the above it is unimaginable to think that the Nabi would have authorized **Rajm** as punishment for adultery. In 1979 the Govt. of Pakistan enforced the Hudood Laws as per Hanafi Fiqah regarding theft, adultery, defamation and wine. The punishment for adultery is very clear in the Quran 'Flog each of them with a hundred stripes' (24:3). At another place the Quran clearly points out that: 'The word

unchangeable, and their by-laws remaining changeable. This combination of permanence and change provided the organisation of "Deen", an unchangeable and everlasting shape.

This truth is further explained by the Quran in the following words:

يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَسْئَلُوْا عَنْ اَشْيَآءَ .... ثُمَّ اَصْبَحُوْا بِهَا كٰفِرِيْنَ (5:101-102)

O Believers! Do not inquisitively ask questions about things, which if made plain to you may cause you trouble. But if you ask about things when the Quran is being revealed and if they are revealed to you, it shall cause the same difficulty. For all that happened before, Allah shall forgive them; for Allah is forgiving and most forbearing. All that has been said above is a warning. Before this, Israelites had begun to ask such questions. The result was that they imposed so many limitations and obstacles upon themselves, based on these details, that it became difficult for them to abide by them, and having put themselves into an extremely difficult position, they even forsook the real way of their life."

Thus, it is apparent that the laws and injunctions laid down by the Quran, shall be enforced 'gradually', consistent with the changing needs of the society and as such the Islamic society shall be gradually standardized. But, on the other hand, it is strictly prohibited that some laws be taken from Quran and others from man's own choice. That was the practice of Israelites, on account of which they were given the warning.

اَفَتُؤْمِنُوْنَ بِبَعْضِ الْكِتٰبِ وَ تَكْفُرُوْنَ .... اَشَدِّ الْعَذَابِ (2:85)

"That it is part of the Book that you believe in and you do reject the rest of it? But what is the reward for those among you who behave like this, only disgrace in this life? And on the Day of Judgment they shall be consigned to the most grievous penalty.

****

درج ذیل کتب رعائتی نرخ پر دستیاب ہیں

(1) تفسیر منسوخ القرآن =/225روپے

(2) تفسیر برھان القرآن =/270روپے

(3) معجم المفرس (اعلیٰ ایڈیشن)=/275روپے

فون نمبر 6824077--5753666--6854528

قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّ كِتٰبٌ مُّبِيْنٌ O (5:15)

"A light has come to you from Allah, which means that the Book is clear and fully explained.

It is easy to get guidance from it—

وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ O (54:32)

"It is a reality that we have made the Quran very easy for guidance." There is no discrepancy in it.

افلا يتدبّرون القراٰن ـ ولو كان من عند غير الله لوجدوا فيه اختلافا كثيرا (4:82)

"Do you not read the Quran with care? Had it been from other than Allah, they would surely have found therein much discrepancy." Being without any dis-crepancy itself stands as an argument of its having come from Allah. Not only that it is without any discrepancy, it has the capacity to stand as a judge for the disputed affairs. The very object of sending the Books by Allah one after the other was to settle disputes amongst mankind

وانزل معهم الكتٰب بالحق ليحكم بين الناس فيما اختلفوا فيه ـ (2:213)

Allah sent with the Messengers, the Books in truth to judge between people in matters wherein they differed.

(iii) This Book as an advisory legal code is complete and unalterable in all respects.

و تمّت كلمت ربّك صدقا وّ عدلا ـ لا مبدّل لكلمٰته ـ (6:115)

"The word of your Rabb does find its fulfillment in truth. None can change His words, for He is the One who heareth and knoweth? All.

(iv) The law making in Islam is a beautiful blend of permanence and change. In it there are certain laws, which are fixed, and immutable for leading with the rest of affairs there are instructions which remained bound by certain principles. The immutable laws shall be enforced without a change. As far as the principles are concerned, the Islamic state of any age shall frame by-laws within the boundary—lines of these principles, consistent with the requirements of a particular time-age. The principles shall remain unchangeable but the details of the by laws framed in the light of thee principles, shall change with the changing needs of that particular age. That is the prudent measure under which Allah has not made the details of these bylaws fixed and permanent; because in case they were given a permanent shape, they could not cope with the changing needs of the time, making the "Deen" of Allah impracticable. The Book which has to serve as a guidance for all times to come was bound to be such i.e. the principles remaining

Open Letter to the Honourable

Chief Executive of Pakistan

By
Dr. Syed Abdul Wadud

Honorable Sir!

In my previous letter dated 30-10-99 dispatched to your good-self by post. I had stated that the return of Western Democracy in Pakistan amounts to bringing back-rather multiplying the miseries & debasement already present in our country.

The solution of our problems does not lie in the Western type of democracy. it rather lies in putting into action the sovereignty of Allah (in other words the sovereignty of the Quran) in place of people's sovereignty that has been practiced so far.

Here. in this present letter, I may be allowed to place before your good-self The Legal Procedure Of An Islamic State.

THE LEGAL PROCEDURE OF AN ISLAMIC STATE:

The legal procedure of an Islamic state is contained in the Quran. the Book of Allah. That is why it is said that those who do not establish their rule according to the Book of Allah are "Kafirs". non-believers (5:47). The obedience to any other Book. besides this. is not lawful.

اتَّبِعُوا مَا أُنزِلَ إِلَيْكُم مِّن رَّبِّكُمْ وَلَا تَتَّبِعُوا مِن دُونِهِ أَوْلِيَاءَ ۗ قَلِيلًا مَّا تَذَكَّرُونَ O (7:3)

Follow,(O Believers) the revelation given unto you from your (Cherisher) and follow not as friends or protectors. other than him.

It means that the real freedom for man lies in the fact that he should submit to the divine laws, and not to any man-made laws. But only a few people keep this splendid reality before them.

This Book. the Quran is clear and fully explained---